مدیر
منصور احمد نورالدین

مارچ 2005ء

حضرت مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ السلام

محترم صدر صاحب کا پیغام

مجلس خدام الاحمدیہ کے نام

پیارے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ انگلستان ۲۰۰۳ء کے اختتامی خطاب میں بیعت کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

"اگر ہم میں سے ہر ایک یہ بات سمجھ جائے کہ میری ذات اب میری اپنی ذات نہیں رہی۔ اب ہمیں بہر حال اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنی ہوگی، ان کا تابع ہونا ہوگا اور ہمارا ہر فعل خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوگا تو یہی خلاصہ ہے دس شرائط بیعت کا"۔

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں، مطبوعہ لندن۔ صفحہ ۲)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں بیعت کی حقیقت سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا بنائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

سید محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ

خالد

مارچ 2005ء
امان 1384ہش

جلد 52
شمارہ نمبر 3

monthlykhalid52@yahoo.com

مدیر
منصور احمد نورالدین

مجلس ادارت
لئیق احمد ناصر چوہدری، عبدالرحمن
وقار احمد، سید عطاء الواحد رضوی

اس شمارے میں

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر پبلشر: قمر احمد محمود مینیجر: عزیز احمد پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر

مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ) مقام اشاعت: ایوان محمود دارالصدر جنوبی قیمت 10 روپے ...... سالانہ 100

PH: +92 0476 212349 - 215415 - 212685 FAX: +92 0476 213091

قسط اوّل

"بیعت توبہ برائے تقویٰ وطہارت"

آخری زمانے میں جب ہر طرف کفر کی تلاطم خیز موجیں افواج یزید کی طرح جوش مار رہی تھیں اور دین حق زین العابدین کی طرح بیمار و بے کس تھا۔ عیسائی پادری بڑی دیدہ دلیری سے یہ دعاوی کر رہے تھے کہ اب دنیا میں عیسائیت کے غلبے کا وقت آ چکا ہے۔ پادری یہ باتیں کرنے میں حق بجانب بھی تھے کیونکہ اس وقت ان کے عقائد باطلہ کو توڑنے والا کوئی بھی تو نہ تھا۔ ہنری بیروز اپنے لیکچرز میں بیان کرتا ہے کہ:-

''اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان میں ضوفگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال پیش خیمہ ہے، اس آنے والے انقلاب کا جب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں (یعنی حجاز میں۔ ناقل) بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق و صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے''۔

(بیروز لیکچر صفحہ نمبر ۴۲)

جھوٹی خوشیوں سے معمور اور فخر سے گردنیں تانے ہوئے یہی دشمنان دین حق جب چودھویں صدی میں داخل ہوتے ہیں تو ان کا مقابلہ ایک مرد مجاہد سے ہوتا ہے جو خدائی تائیدات سے وافر حصہ دیا گیا ہے۔ قرآن شریف مترجم، شاہ رفیع الدین واشرف علی تھانوی، شائع شدہ ۱۹۳۴ء کے دیباچہ میں مولوی نور محمد قادری نقشبندی لکھتے ہیں کہ:-

''اس زمانہ میں پادری لفرائی پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا اسلام کی سیرۃ واحکام پر جو اس کا حملہ ہوا تو وہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ احکام اسلام وسیرۃ رسول اور احکام انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی سیرۃ جن پر اوس کا ایمان تھا یکساں تھے پس الزامی ونقلی وعقلی جوابوں سے ہار گیا مگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین پر مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اوس کے خیال میں کارگر ہوا تب (حضرت) مولوی غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) کھڑے ہوگئے اور لفرائی اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰؑ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور

جس عیسیٰؑ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں پس اگر تم سعادتمند ہو تو مجھ کو قبول کرلو اس ترکیب سے اوس نے لفرائی کو اس قدر تنگ کیا کہ اوس کو اپنا پیچھا چھوڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اوس نے ہندوستان سے لیکر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی''۔

(دیباچہ معجز نما کلاں قرآن شریف مترجم، شاہ رفیع الدین واشرف علی تھانوی، ۱۹۳۴ء صفحہ ۳۰ نور محمد، مالک کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

خدائے تعالیٰ نے جس کو ''سلطان القلم'' کے آسمانی خطاب سے نوازا اور جس کے قلم کو ''ذوالفقار علی'' قرار دیا گیا۔ جس کے بارے میں بے اختیار یہ کہا گیا کہ ''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، وہ شخص دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی ......آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی بیٹریاں تھیں'' یہ عظیم روحانی وجود خدا تعالیٰ کے دربار سے مسیح موعود اور مہدئ معہود علیہ السلام کی خلعت سے نوازا گیا۔

آپ نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو خدا تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق بیعت لینے کا آغاز فرمایا اور حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلہ جدید میں سب سے پہلی بیعت حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کی لی۔ بیعت کے تاریخی الفاظ کے لئے ایک رجسٹر تیار کیا گیا جس کا نام ''بیعت توبہ برائے تقویٰ وطہارت'' رکھا گیا۔

اس بیعت کرنے کا کیا مقصد ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

''اس جماعت میں داخل ہو کر اول زندگی میں تغیر کرنا چاہئے۔ کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے''۔

فرمایا ''دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے۔ کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپروا کردے۔ دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش سے تیار رہو''

فرمایا ''فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی کے ساتھ پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو جائے۔ اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔'' (ذکر حبیب صفحہ 436 تا 439)

پس خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے مسیح موعود کے ہاتھ پر مومنین کی ایسی جماعت قائم کردی کہ جس کا مقصد دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ آج ہم خدام آپ علیہ السلام کی بیعت میں رہتے ہوئے اپنے خدا سے، اس کے مسیح سے، اس کے پیارے خلیفہ سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ شرائط بیعت پر عمل کرنے کی سعی کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن

تم تو ہو آرام میں۔ پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو؟
ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

غیر کیا جانے کہ غیرت اُس کی کیا دِکھلائے گی
خود بتائے گا انہیں وہ یار بتلانے کے دن

وہ چمک دکھلائے گا اپنے نشاں کی پنج بار
یہ خدا کا قول ہے سمجھو گے سمجھانے کے دن

طالبو! تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
اُس مرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

اے میرے یار یگانہ اے مری جاں کی پناہ
کر وہ دن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دن

پھر بہار دیں کو دکھلا اے مرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن

دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زیر و زبر
اِک نظر فرما کہ جلد آئیں ترے آنے کے دن

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی۔ آمرے اے ناخدا
آگئے اس باغ پر اے یار مرجھانے کے دن

(حقیقۃ الوحی (الاستفتاء)
صفحہ ۷۳۸، ۷۳۹)

سیرۃ النبی ﷺ

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(منصور احمد نور الدین)

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے کے بڑے ماہر تھے) بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارعب اور وجیہہ شکل وصورت کے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک یوں دمکتا تھا گویا چودھویں کا چاند......

(شمائل ترمذی باب فی خلق رسول اللہ ﷺ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک دیکھا تو میں جان گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔

(سنن دارمی کتاب الاستئذان باب فی افشاء السلام)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے دھاری دار سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹکا باندھا ہوا تھا۔ آپ سے بڑھ کر خوبصورت میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ (۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار (السیف) کی طرح (لمبا اور پتلا) تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ چاند (القمر) کی طرح (گول اور چمک دار) تھا۔ (۲)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ کا چہرہ چمک رہا تھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی کی خبر ملتی تو آپ کا چہرہ ایسا چمک جاتا گویا چاند کا ٹکڑا (قِطْعَةُ قَمَرٍ) ہے اور ہم آپ کی خوشی اسی سے پہچان لیتے۔ (۳)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا لباس زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اور کبھی چاند کو۔ پس میرے نزدیک تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً (أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ) چاند سے کہیں زیادہ حسین تھے۔ (شمائل ترمذی باب فی خلق رسول اللہ ﷺ)

> جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
> خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ ہنسی کھلے تبسم کی حد تک ہوتی یعنی زور کا قہقہہ نہ لگاتے۔ ہنسی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ایسے نظر آتے تھے جیسے بادل سے گرنے والے سفید سفید اولے ہوتے ہیں۔

(شمائل ترمذی باب کیف کان کلام رسول اللہ ﷺ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دندان مبارک میں معمولی سا خلا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے دندان مبارک (کے اس خلا سے) نور سا نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہ ﷺ)

حضرت عبد اللہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکراتے ہوئے کسی اور شخص کو نہیں دیکھا۔ (یعنی ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر تبسم کھلا رہتا) (ترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی بشاشۃ النبی ﷺ)

آں رُخِ فرخ کہ یک دید او
زشت رُو را میکند خوش منظرے
اس کا مبارک چہرہ ایسا ہے کہ اس کا ایک ہی جلوہ بد صورتوں کو حسین بنا دیتا ہے (درثمین فارسی صفحہ ۵)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھاما اور اپنے منہ پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے کبھی کوئی ریشم یا ریشم کا ملا جلا کپڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں چھوا۔ (۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اَشَدُّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِی خِدْرِھَا۔ آپ پردہ دار کنواری دوشیزہ سے زیادہ حیادار تھے۔ (۶)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کے بارے میں ایک مختصر سا مضمون تحریر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں:-

براءؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی حسین و جمیل نہیں دیکھا۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ مَیں نے ساری عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ کا چہرہ سورج کی طرح نورانی تھا۔

جابرؓ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کی طرح نورانی تھا۔ آپ جس گلی کوچہ سے نکل جاتے تھے۔ وہ معطر ہو جاتا تھا۔

ام معبدؓ صحابیہ کہتی ہیں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غور سے دیکھنے میں سب سے زیادہ خوش اندام معلوم ہوتے اور پاس سے دیکھنے میں سب سے زیادہ حسین۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ جو آپ کو پہلے پہل دیکھتا۔ تو مرعوب ہو جاتا اور جو ملتا جلتا رہتا۔ وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔ میں نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو ایسا حسین و جمیل دیکھا۔

انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کی خوشبو سے زیادہ نہ کسی مشک میں خوشبو پائی نہ عنبر میں۔ نہ کسی اور چیز میں۔ اگر آپ کسی سے مصافحہ کرتے تو تمام دن اس شخص کو آپ کے مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی اور اگر کسی بچہ کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے تو خوشبو کے سبب وہ اور لڑکوں میں پہچانا جاتا۔

غرض حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ خود بھی جب کبھی آئینہ دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ۔ (مسند احمد) یعنی اے اللہ جس طرح تو نے مجھے جسمانی طور پر حسین بنایا۔ اسی طرح تو میرے اخلاق بھی نہایت پسندیدہ بنا دے۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حسنِ رُویش، بہ زِ ماہ و آفتاب
خاکِ کویش، بہ زِ مشک و عنبرے
اس کے چہرے کا حسن شمس و قمر سے زیادہ ہے اور اس کے کوچہ کی خاک مشک و عنبر سے بہتر ہے۔ (درثمین فارسی)

(مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب حصہ اول صفحہ ۵۱۹)

(۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی ﷺ)

دار البیعت

(مرسلہ: طلعت حفیظ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۳؍مارچ ۱۸۸۹ء کو خدا تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق بیعت لینے کا آغاز فرمایا اور حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلہ جدید میں سب سے پہلی بیعت حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کی لی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس گھر میں پہلی بیعت لی اس کے بارے میں مکرم برکت علی صاحب لائق نے ریویو آف ریلیجنز جون جولائی ۱۹۴۳ء میں ایک مضمون لکھا۔ اس مضمون کا کچھ حصہ خدام کے استفادہ کے لئے پیش ہے۔ (مدیر)

جاننا چاہیے کہ یہ جگہ لدھیانہ محلہ جدید کوچہ ڈاکٹر احمد جان (احمدی) میں واقع ہے۔ اور اس کوچہ کی شمالی حد کو قائم کرتی ہے، جو اپنی موجودہ شکل میں ایک چھوٹی سی خوبصورت بیت، ایک چھوٹا حجرہ، دو کمروں اور ایک چھوٹے سے صحن پر مشتمل ہے۔ جس میں ہینڈ پمپ، غسل خانہ، جائے ضرورت وغیرہ ضروری چیزیں مہیا ہیں۔ بیت اور کمروں کے اندر بجلی کا ایک ایک قمقمہ آویزاں ہے۔ جنوبی حصہ میں کچھ زمین صاف پڑی ہے، جو ایک فیملی کوارٹر کی تعمیری صورت میں آنے کے لئے کسی چابک دست معمار کے انتظار میں چشم براہ ہے۔ کمروں کے دروازے باہر کوچہ میں بھی کھلتے ہیں اور دوسری طرف بیت اور صحن بیت میں بھی۔ شرقی کمرہ میں لائبریری ہے۔ اور اسی کمرہ کی مشرقی دیوار کے جنوبی کونے کے پہلو میں وہ مقدس جگہ ہے۔ جہاں (حضرت) احمد قادیانی علیہ السلام نے بیٹھ کر پہلی بیعت لی تھی۔

لدھیانہ میں منشی احمد جان مرحوم ایک صوفی منش اور صاحب حال بزرگ ہو گذرے ہیں۔ یہ جگہ جو دار البیعت کو آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ اور جانب جنوب اس کے ساتھ کا ملحقہ مکان دونوں صوفی صاحب مرحوم کی ملکیت میں تھے۔ رہائشی مکان میں وہ خود اپنے اہل وعیال کے ساتھ اقامت پذیر تھے۔ اور دار البیعت والی جگہ میں ان کا قائم کیا ہوا لنگر خانہ جاری تھا، جو بھوکے لوگوں کی شکم سیری کی خدمت ادا کرتا تھا۔

منشی احمد جان صاحب مرحوم کے ہاں رشد وارشاد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ خوش اعتقاد مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا، جو عقیدت کے پھول چڑھاتے تھے۔ خدا نے جہاں ارادتمندوں کی ایک کثیر التعداد جماعت عطا فرمائی تھی، وہاں چشم حقیقت شناس اور عرفان کی آنکھ بھی آپ کو بخشی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کے دعوے سے پیشتر ہی ارادت کی لڑی میں پروئے جا چکے تھے۔ اور آپ پر دیوانوں کی طرح قربان ہونے والے لوگوں میں سے صوفی صاحب بھی آپ کے فدائی تھے۔ آپ ہی وہ بزرگ تھے جن کی معرفت آموز اور حقیقت شناس آنکھ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جھکی ہوئی پلکوں کے نیم باز آنکھوں میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ایک خاص نور مسیحیت، مہدویت اور نبوت کے دعوے سے پیشتر ہی دیکھ لیا تھا جو زہرہ کی تابانی بن کر چمک رہا تھا۔ جس پر آپ نے حضرت اقدس علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حج کو جاتے وقت آپ نے حضرت اقدس علیہ السلام کے متعلق اپنے اہل و عیال کو وصیت کی، کہ اس مردِ خدا کے رَوم رَوم میں خدا بول رہا ہے۔ یہ شخص جب بھی کوئی دعویٰ کرے۔ فوراً قبول کرلو۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ لدھیانہ سے جو خوش نصیب لوگ حضور علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہوئے، ان میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو منشی احمد جان صاحب مغفور کے مریدان با اخلاص تھے۔

بہر کیف منشی صاحب مبرور تو آغاز بیعت سے پہلے ہی اپنے معبود حقیقی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہو کر واصل حق ہو چکے تھے مگر آپ کے پسماندگان کو اللہ تعالیٰ نے مرسل یزدانی سے تعلق بیعت جوڑنے کی توفیق عطا فرما کر اس سعادت سے بہرہ ور کیا۔ آخر پیر افتخار احمد اور پیر منظور محمد (مصنف قائدہ یسرنا القرآن) آپ کے صاحبزادے لدھیانہ سے ہجرت کر کے دیارِ محبوب چلے گئے۔ جو دورِ حاضر کے ''رسول کا تخت گاہ'' ہے۔ کچھ عرصہ بعد ہر دو صاحبزادگان نے منشی صاحب مرحوم مغفور کے ورثاء کی حیثیت سے رہائشی مکان فروخت کر دیا اور لنگر خانہ والا حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو وصیت میں دے دیا۔ اس وقت یہ مکان کچا تھا، اور اینٹ چونے اور سیمنٹ کے اتحاد سے بیگانہ تھا۔ بعد میں صدر انجمن احمدیہ قادیان نے یہ جگہ لدھیانہ کی مقامی جماعت کے سپرد کر دی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا کہ اس نے ۱۹۱۶ء میں اس کی ہیئت کذائی میں تبدیلی کر کے جانب شمال ایک لمبا اور ہوادار پختہ کمرہ تعمیر کرا دیا، جس کی شمالی دیوار کی بیرونی سطح پر دار البیعت کے نام اور تاریخ بیعت ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کا کتبہ ثبت کیا گیا۔ اور صحن میں پختہ اینٹوں کا کوئی بالشت بھر اونچا ایک چبوترا اور ایک محراب بنوا کر نماز کے لئے مخصوص کر لیا۔

(ریویو آف ریلیجنز جون جولائی ۱۹۴۳ء)

للہ الحمد چلی رحمتِ باری کی نسیم

کلام حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

پھر دِکھا دے مجھے مولا مرا شاداں ہونا
صحنِ خانہ کا مرے رشکِ گلستاں ہونا

اُن کے آتے ہی مرے غنچۂ دِل کا کھلنا
اِس خزاں کا مری صد فصلِ بہاراں ہونا

خلقتِ اِنس میں ہے اُنس و محبت کا خمیر
گر محبت نہیں بیکار ہے انساں ہونا

قابلِ رشک ہے اُس خاک کے پتلے کا نصیب
جس کی قسمت میں ہو خاکِ درِ جاناں ہونا

رو کے کہتی ہے زمیں گر نہ سنے نام خدا
''ایسی بستی سے تو بہتر ہے بیاباں ہونا''

فعل دونوں ہی نہیں شیوہ مردِ مومن
رونا تقدیر کو تدبیر پہ نازاں ہونا

للہ الحمد چلی رحمتِ باری کی نسیم
دیکھنا غنچۂ دل کا گلِ خنداں ہونا

مشعل راہ

ارشادات
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

عبادت کی ضرورت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ ۳/دسمبر ۲۰۰۴ء میں فرماتے ہیں:-

''اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ مغرب میں رہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے الا ماشاء اللہ عموماً احمدی یہ تو ہوسکتا ہے کہ عبادت میں نمازوں میں سستی کر جائیں لیکن اس قسم کے نظریات نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کروانے کی کیا ضرورت تھی۔ یا یہ زمانہ جو سائنس کا اور مشینی زمانہ ہے اس میں اس طرح عبادات نہیں ہوسکتیں، پابندیاں نہیں ہوسکتیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا کہ عموماً تو نہیں ہوتے لیکن اگر چند ایک بھی ایسے احمدی ہوں جن کا جماعت سے اتنا زیادہ تعلق نہ ہو۔ تعلق سے میری مراد ہے جماعتی پروگراموں میں حصہ نہ لیتے ہوں یا جلسوں وغیرہ پہ نہ آتے ہوں یا جن کا دینی علم نہ ہو، ایسے لوگ اپنے آپ کو بڑا پڑھا لکھا بھی سمجھتے ہیں، یہ لوگ ایسی باتیں کر جاتے ہیں۔ اپنے ماحول میں اس قسم کی باتوں سے برائی کا بیج بو سکتے ہیں۔ یا بعض دفعہ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جو لامذہب قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ بھی ماحول پر اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور کیونکہ برائی کے جال میں انسان بڑی جلدی پھنستا ہے اس لئے بہرحال فکر بھی پیدا ہوتی ہے کہ ایسے مغربی معاشرے میں جہاں مادیت زیادہ ہو، اس قسم کی باتیں کہیں اَوروں کو بھی اپنے لپیٹ میں نہ لے لیں۔ اس وجہ سے مَیں نے اس موضوع کو لیا ہے۔

لیکن کچھ کہنے سے پہلے ذیلی تنظیموں خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بھی اپنے ماحول میں جائزہ لیتے رہیں۔ عموماً جو احمدی کہلانے والے ہیں عموماً ان تک ان کی پہنچ ہونی چاہیے۔ جو نوجوان دور ہٹے ہوتے ہیں ان کو قریب لانا چاہیے تاکہ اس قسم کی ذہنیت یا اس قسم کی باتیں ان کے ذہنوں سے نکلیں''۔ (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷ تا ۲۳ دسمبر ۲۰۰۴ء)

عبادت کا طریق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ ۳/دسمبر ۲۰۰۴ء میں فرماتے ہیں:-

''ایک (مومن) کے لئے وہی عبادت کے طریق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائے ہیں۔ اسی شریعت پہ ہمیں چلنا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کے آئے ہیں۔ جس طرح انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو سمجھتے ہوئے عبادت کے طریق سکھائے ہیں اسی طرح عبادت بھی کرنی ہے۔ اور جو اوقات بتائے ہیں ان اوقات میں عبادت کرنی ہے۔ اگر نہیں تو پھر (مومن) کہلانے کا بھی حق نہیں ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے بندے کہلانے کا بھی حق نہیں ہے۔ پھر تو شیطان کے بندے کہلانے والے ہوں گے۔ لیکن ایسے ہی خیالات والے لوگ کیونکہ اگر وہ (مومن) ہوں تو (مومن) گھرانوں کے ماحول کا اثر

ہوتا ہے۔ احمدی ہوں تو اور زیادہ مضبوط ایمان والے گھر کا اثر ہوتا ہے۔ جو (دین حق) پر عمل کرنے والے ہوں۔ اور اسی ماحول میں کیونکہ پلے بڑھے ہوتے ہیں اس لئے جب بھی ان کو کوئی مشکل پڑتی ہے، جب بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو دعا کی طرف ان کی توجہ بھی پیدا ہوتی ہے اور پھر دعا کے لئے کہتے بھی ہیں۔ باوجود اس کے کہ اعتراض کرتے ہیں کہ عبادت کا جو (دین حق) میں طریق کار ہے وہ بہت مشکل ہے۔ گویا ذہن میں عبادت کا تصور بھی ہے اور یہ خیال بھی ہے کہ کسی مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا بھی ہے۔ لیکن پانچ وقت نمازیں پڑھنا کیونکہ بوجھ لگتی ہیں اس لئے عبادت کی تشریح اپنی مرضی کی کرنا چاہتے ہیں، اس سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ اگر احمدی کہلاتے ہیں، (مومن) کہلاتے ہیں تو عبادت کی وہی تشریح ہے جس کے نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے ہیں اور پھر اس زمانے میں احمدی کے لئے خاص طور پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نمونوں کو اور قرآن کریم کو صحیح طور پر سمجھ کر اس کی تفسیر ہمارے سامنے پیش فرمائی ہے۔

اس لئے ہمیں اس زمانے میں ان احکامات کو سمجھنے کے لئے اور ان پر پابندی اختیار کرنے کے لئے اُسی طرح عمل کرنا ہوگا اور انہیں لائنوں پر چلنا ہوگا جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں سمجھائی ہیں۔ اور انہیں رستوں پہ چل کے ہم نیکیوں اور عبادات کے طریقوں پر قائم بھی رہ سکتے ہیں''۔ (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷ تا ۲۳ دسمبر ۲۰۰۴ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ر دسمبر ۲۰۰۴ء میں فرماتے ہیں:-

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اس طرح تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو گے تو پھر ہی مَیں تمہارے گناہ بھی بخشوں گا اور تمہارے سے محبت کا سلوک بھی کروں گا۔ تمہاری دینی اور دنیاوی بھلائیوں کے سامان بھی پیدا کروں گا۔ تو گویا اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہو گئے اور اگر کوئی راستہ کھلا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کر کے آپ کے پیچھے چل کر ہی خدا تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے، یہی ایک راستہ ہے جو کھلا ہے۔ پھر اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں بڑھانے کا طریق جو اگلی آیت مَیں نے تلاوت کی ہے سورۃ احزاب کی اُس میں بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ نبی کوئی معمولی نبی نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا سب سے پیارا وجود ہے۔ زمین و آسمان اس کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اسی کام پر لگے ہوئے ہیں کہ اللہ کے اس پیارے نبی پر رحمت بھیجتے رہیں اور دعائیں کرتے رہیں۔ پس اے لوگو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو تمہارا بھی یہ کام ہے کہ اس نبی سے محبت پیدا کرو۔ اس پر درود بھیجو اور بہت زیادہ سلامتی بھیجو۔ جب تم اس طرح اس نبی پر درود و سلام بھیجو گے تو تم پر اس کی پیروی کے راستے بھی کھلتے چلے جائیں گے اور جیسے جیسے یہ راستے کھلیں گے جس طرح تم اس کی پیروی کرتے چلے جاؤ گے اتنی ہی

زیادہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے والے بھی بنتے چلے جاؤ گے"۔(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۴ تا ۳۰ دسمبر ۲۰۰۴ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ دسمبر ۲۰۰۴ء میں فرماتے ہیں:۔

"افریقہ کے دورے کے دوران ایک ملک میں ایک ایرانی ایمبیسی کے افسر آئے ہوئے تھے۔ بہت شریف النفس انسان تھے بعد میں ائیرپورٹ بھی مجھے چھوڑنے آئے۔ اور کافی دیر بیٹھے رہے۔ باتیں ہوتی رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق پر بھی بات ہوئی۔ تو اس حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعر فارسی کا انہیں سنایا کہ:

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است

تو فوراً بڑی دیر تک اس کو دہراتے رہے وہ کہ ایسا شعر تو مَیں نے کبھی سنا ہی نہیں۔ پھر میں نے کہا۔ اس کے باوجود الزام یہی ہے کہ عشق رسول نہیں ہے۔ تو میں نے کہا ایک شعر اور بھی سن لیں۔ آپ نے فرمایا:۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یہ شعر بھی ان کو بڑا پسند آیا۔ پہلے شعر کا مطلب یہ ہے کہ میری جان و دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن پر فدا ہیں۔ اور میری تو خاک بھی آپ کی آل کے کوچہ پر نثار ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے عشق کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہی ہے۔ اگر یہ عشق کرنا کفر ہے تو میں سب سے بڑا کافر ہوں۔

تو مولوی کو کیا پتہ ان عشق کی باتوں کا۔ بہرحال وہ شریف النفس تھے۔ انہوں نے کہا یہ شعر کہاں ہیں مجھے کتاب دی جائے۔ فارسی کی درثمین ان کو پہنچادی تھی۔ تو بہرحال شرفاء ہیں۔ لیکن اگر عقل نہیں آتی سمجھ نہیں آتی تو مولوی کو نہیں آئے گی۔ خدا کرے کہ قوم کے لوگوں کو بھی سمجھ آجائے کہ مولوی نے سوائے فتنہ وفساد کے اور کچھ نہیں پیدا کرنا۔ آج بھی، مَیں پھر کہتا ہوں کہ ہر احمدی کا یہی جواب ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا، 'گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم'۔ کہ اگر تم اس کو کفر سمجھتے ہو تو پھر ٹھیک ہے، ہم کافر ہی ہیں۔ بے شک تم ہتک رسول میں اپنی مرضی سے اسے اندر کردو۔ لیکن خدا کو پتہ ہے کہ اصل میں یہ ہتک رسول میں سلاخوں کے پیچھے نہیں بلکہ عشق رسول میں سلاخوں کے پیچھے ہیں"۔ (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۴ تا ۳۰ دسمبر ۲۰۰۴ء)

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۴ء میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی پوچھنے والے کو جواب دیا کہ تم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے

بارے مجھ سے پوچھ رہے ہو، کیا قرآن کریم میں نہیں پڑھا اس زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا کی گواہی کافی نہیں ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کہ اے رسول! تو یقیناً اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے۔ تو نمونے تو وہی بنا کرتے ہیں جو کسی چیز کے اعلیٰ مقام پر ہوں۔ جنہوں نے اعلیٰ ترین معیار قائم کئے ہوں۔ دنیا میں تو کسی ایک یا دو باتوں یا چیزوں میں کوئی اچھا معیار حاصل کرلے تو اس کی مثال دی جاتی ہے اور وہ معیار بھی ایسے نہیں ہوتے جس کو کہہ سکیں کہ اس کی انتہا ہوگئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نبی ہر معاملے میں اعلیٰ نمونہ ہے۔ چاہے وہ گھریلو معاملات ہوں یا قومی اور ملی معاملات ہوں یا اعلیٰ روحانی معاملات ہوں، اللہ تعالیٰ کے قرب پانے کی باتیں ہوں۔ یہی ایک نمونہ ہے جو تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جس کو اللہ کی ذات پر یقین ہے، اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ آخرت کا ایک دن مقرر ہے جہاں اس کا حساب کتاب ہوگا اور اس کی تیاری کے لئے وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے تو اس کو پھر ان رستوں پر چلنا ہوگا جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چل کر دکھایا ہے۔ تبھی اللہ تمہاری ان دعاؤں اور اس کا قرب پانے کی امیدوں پر بھی نظر کرے گا۔ اس لئے ان راستوں کو بھی تلاش کرو۔ ان کی تلاش میں رہا کرو کہ وہ کون کون سے راستے ہیں جن پر اللہ کا یہ پیارا نبی چلا کرتا تھا۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۳۱ دسمبر ۲۰۰۴ء تا ۶ جنوری ۲۰۰۵ء)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

(مکرم ومحترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب)

صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (سورۃ الصف:۵)

انما الاعمال بالنية ولكل امرئ مانوى (الحديث)

عام روشنی جو ہم دیکھتے ہیں اس روشنی کی شعاعیں مختلف اطراف میں پھیل جاتی ہیں۔ دائیں بائیں الغرض ایک بڑے منبع سے روشنی کی شعاعیں ہر طرف سفر کرتی ہیں۔ انہی شعاعوں کو اگر کوئی طاقت لگا کر ایک رخ پر متعین کر دیا جائے۔ ان کی ایک سمت متعین کر دی جائے تو اس میں ایک بہت بڑی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ عام طور پر اگر آپ ایک کالا پردہ روشنی کے آگے ڈال دیں تو وہ اس کی روشنی کو روک دے گا اس وقت بھی دیواروں نے روشنی کو کمرے میں قید کر رکھا ہے۔ لیکن اگر ایک طاقت لگا کر ان شعاعوں کو ان روشنی کی اور بجلی کی لہروں کو ایک رخ میں کر دیا جائے تو ان منتشر شعاعوں میں اتنی زبردست قوت اور طاقت پیدا ہو جائے گی کہ کالا پردہ تو کیا، دیواریں کیا، پتھر اور سیسے کے اندر سے بھی یہ شعاعیں اسے پھاڑ کر نکل جائیں گی۔ لوہے کو پھاڑ کر اس کے اندر سے گزر جائیں گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے تھے۔ جوامع الکلم کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑے سے الفاظ میں معانی کا ایک سمندر قید ہو۔ معانی کی ایک کائنات ہو۔ اب یہ حدیث جو میں نے ابھی پڑھی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انما الاعمال بالنية. یہ انما الاعمال بالنيات بھی روایت میں درج ہے۔ بالنية والی روایت بھی ہے۔ بالعموم ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ قوت ارادی اور نیت پر اعمال کا انحصار ہے۔ نیت کے ایک اور معانی بھی ہیں نیت کا مطلب ہے وجهة۔ رخ۔ سمت۔ Direction اب یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اعمال کی طاقت اور قوت کا انحصار، اعمال کے اثر اور نفوذ ہونے کا انحصار ان کے ایک سمت میں ہونے پر ہے۔ خواہ وہ اعمال فرد کے ہوں خواہ وہ اعمال جماعت کے ہوں۔ قوم کے ہوں یا معاشرے کے ہوں۔

اعمال کا رخ ایک طرف نہیں ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا ہے کہ اعمال کا رخ اگر ایک نہ ہو خواہ وہ فرد کے اعمال ہوں یا قوم کے اعمال ہوں۔ لیکن فرد کے اعمال کا جہاں تک تعلق ہے۔ وہ اعمال انسان کی نیت اور قوت ارادی سے ایک حد تک ایک رخ اختیار کر سکتے ہیں۔ اب اگر انسان بڑی حد تک زور لگائے۔ محنت کرے اور جدوجہد کرے، دعا کرے تو اپنے اعمال کے رخ کو ایک طرف متعین کر سکتا ہے۔ لیکن ایک معاشرے کے اعمال، ایک قوم [illegible] اعمال، ایک جماعت کے اعمال کبھی بھی ایک رخ اختیار نہیں کر سکتے۔

جب تک ایک زبردست طاقت اس کے پیچھے نہ ہو۔ اس کے اعمال کو ایک سمت دینے والا زبردست وجود اس کے پیچھے نہ ہو۔ ایک ادارے کے بارے میں لطیفہ مشہور ہے کہ وہاں اساتذہ سے آراء مانگی گئیں کہ سائیکل سٹینڈ کہاں بنایا جائے۔ اس وقت چالیس اساتذہ تھے اور اکتالیس آراء موصول ہوئیں۔ واللہ اعلم یہ بات کس حد تک درست ہے۔

اعمال اگر قوم کے ہیں تو ہر فرد کی الگ الگ رائے ہوگی، ہر فرد اپنی عقل پر چل رہا ہوگا، ہر فرد اپنے مفاد کو مدنظر رکھ رہا ہوگا۔ اس لئے اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو پورا کرنا ہے کہ اعمال کا رخ اگر ایک ہو تب اعمال میں قوت پیدا ہوتی ہے تو اس کا طریق پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمیں بتاتے ہیں۔ جیسا کہ پہلی روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی دوسری روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِه بَيْعَةٌ مَاتَ مَيْتَةَ الْجَاهِلِيَّةِ

اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس کی گردن میں امام کی بیعت کا پروانہ نہیں ہے، ربقة نہیں ہے، وہ طوق نہیں ہے جو بیعت کا طوق ہے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

اب ہمیں پتہ چل گیا کہ ایک فرد کے اپنے اعمال، ایک فرد اپنی قوت ارادی اور نیت ایک سمت میں لا سکتا ہے۔ مگر ایک جماعت کے اعمال، ایک قوم کے اعمال، ایک معاشرے کے اعمال، جب تک ایک واجب الاطاعت امام نہ ہو کبھی ایک رخ میں نہیں لائے جا سکتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:-

انما الاعمال بالنية

کہ اعمال کی قوت تو ان کے ایک رخ ہونے میں ہے، ان کی ایک سمت ہونے میں ہے۔ یہ ہے فرق جو اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت اور دوسری جماعتوں میں پیدا کیا ہے۔ ہمیں واجب الاطاعت امام دیا ہے۔ جس نے ہر چھوٹے بڑے ہر زید اور بکر کے اعمال کو ایک رخ پر ڈال دیا ہے۔ اس سے قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ ایک عام روشنی کی طرح اسے ایک کالا کپڑا ڈھانک سکتا ہے۔ اور اگر یہی روشنی کی شعاعیں لیزر کی شکل اختیار کر لیتی ہیں تو ایک رخ اختیار کر کے اور ایک سمت اختیار کر کے ایسی طاقت بن جاتی ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی ہے۔ اس لئے امام کی پالیسی پر، امام کی رہنمائی میں، امام کے قول کے مطابق، امام کے کہنے کے مطابق اگر ساری قوم چلتی ہے تو کوئی طاقت دنیا کی اسے روک نہیں سکتی ہے۔ اور یہی بات ہے جس کے لئے یہ عہدِ بیعت لیا گیا ہے ہمارے مہدی فرماتے ہیں:-

''یہ انتظام (بیعت کا انتظام) جس کے ذریعہ راستبازوں کا گروہ کثیر ایک ہی سلک میں منسلک ہو کر وحدت مجموعی کے پیرائے میں خلق اللہ پر جلوہ نما ہوگا وہ اپنی سچائی کے مختلف المخرج شعاعوں کو ایک ہی خط ممتد میں ظاہر کر دے گا اور یہ خداوند عز و جل کو بہت پسند آیا ہے''۔ (اشتہار ۴ر مارچ ۱۸۸۹ء۔ مطبوعہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۹۴)

حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تو قادیان میں بجلی بھی نہ تھی اور لیزر تو ہمارے سامنے نکلی ہے۔ لیکن تشبیہ جو حضور علیہ السلام نے دی ہے وہ عین بین اس کے مطابق ہے کہ مختلف المخرج شعاعیں فائدہ دیتی ہیں، ایک جماعت کے نیک افراد کے اعمال فائدہ دیتے ہیں لیکن قوت اور طاقت پیدا نہیں ہوتی۔ قوت اور طاقت حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مختلف المخرج شعاعوں کو ایک ہی خط ممتد میں یعنی جس طرح لیزر چلتی ہے اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایک جماعت کے نیک اعمال جب بیعت کے بعد ایک سلک میں پرو کر جب ایک رخ میں چلیں گے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ اور یہ بات اللہ کو بہت پسند ہے۔

(یہ درس مکرم طارق حیات صاحب نے ٹرانسکرائب کیا)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حامداً و مصلیاً

پیارے خدام بھائیوں سے ضروری گذارشات

سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے تحریک جدید کے ضمن میں آپ کو ایک منفرد مقام عطا فرما کر آپ سے جو توقعات وابستہ فرمائی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ فرمایا:۔

۱۔ ''مجلس خدام الاحمدیہ تحریک جدید کی (رضا کاروں کی تنظیم) ہے''

۲۔ ''جب بھی کوئی جماعتی تحریک ہو اپنے نوجوانوں کا جائزہ لیا جاتا رہے کہ انہوں نے کتنا حصہ لیا ہے''۔ (مطالبات صفحہ ۱۶۴)

۳۔ ''پروگرام تحریک جدید کا ہی ہوگا اور تم تحریک جدید کے والنٹیر ز ہو گے''۔ (تاریخ خدام الاحمدیہ صفحہ ۸)

آپ کے اس مقام اور بیان فرمودہ فرائض کے پیش نظر امید ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جلیلہ بتاریخ ۵ر نومبر ۲۰۰۴ء پر لبیک کہتے ہوئے آپ مجلسی طور پر سال نو کے وعدہ جات وصول کرنے اور انہیں مرکز میں بھجوانے کے کام میں بھرپور حصہ لے رہے ہوں گے تاہم امسال مذکورہ خطبہ میں حضور انور نے جن امور پر خصوصی توجہ مبذول کرنے کا ارشاد فرمایا ہے ان کے بارے میں وکالت ہذا کی درخواست ہے کہ وہ خصوصی طور پر پیش نظر رکھنے کا اہتمام فرمائیں جو خلاصۃً درج ذیل ہے۔

۱۔ دفتر پنجم جس کا آغاز حضور انور نے یکم نومبر ۲۰۰۴ء سے فرمایا کے بارے میں فرمایا: ''آئندہ جتنے بھی نئے مجاہدین تحریک جدید کی مالی قربانی میں شامل ہوں گے وہ دفتر پنجم میں شامل ہوں گے''۔ (فارم علاقہ جات میں دفتر پنجم کو نمایاں کیا جائے)۔

۲۔ ''نئے بیعت میں شامل ہونے والوں کو احمدیت میں شامل ہونے والوں کو مالی قربانی کی عادت ڈالنی چاہیے''۔

۳۔ ''اس دفتر پنجم میں نئے پیدا ہونے والے یعنی جواب احمدی بچے پیدا ہوں گے وہ دفتر پنجم میں شامل ہوں گے''۔

۴۔ ''بعض احمدیوں کا ایمان تو اس سے بھی تازہ ہوتا ہے کہ کسی کی اولاد نہیں ہوتی تھی تو انہوں نے تحریک جدید میں اپنے بچوں کے نام پر بھی چندہ دینا شروع کر دیا...... اور اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد ان کے ہاں اولاد کی امید پیدا ہوئی اور اب چار بچے ہو گئے۔ جتنے بچوں کا چندہ دیتے تھے اتنے بچے اللہ تعالیٰ نے دے دیئے''۔

دفتر اوّل کے کھاتوں کو بحال کرنے کے بارے میں حضور انور کے ارشادات:۔

''آج ہم جو دنیا کے مختلف ممالک میں احمدیت کی ترقی کے نظارے دیکھ رہے ہیں یہ ان پہلے لوگوں کی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے...... ان کے کھاتوں کو تا قیامت زندہ رکھا جائے''۔

حضور کے ان ارشادات کی روشنی میں دفتر اوّل کے کھاتوں کو بحال کرنے اور دفتر پنجم کے مجاہدین کی تعداد زیادہ سے زیادہ بڑھانے کے لئے مقامی طور پر جو بھی موثر ذریعہ اختیار کیا جا سکتا ہے اس کو اختیار کرنے کا اہتمام فرمایا جائے۔ اس سلسلے میں رسالہ خالد دسمبر ۲۰۰۴ء کا اداریہ بھی پیش نظر رکھیں اور دونوں دفاتر کو اپنے محبوب امام کے ارشادات کی روشنی میں کامیاب انجام تک پہنچانے کی سعی بلیغ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور حسنات دارین سے نوازے۔ آمین

الملتمس وکیل المال اوّل تحریک جدید

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک کی ایک نہایت اہم تحریر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن الفاظ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے بیعت لی وہ الفاظ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی درخواست پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے لکھ کر انہیں عنایت فرمائے۔ اس تحریر کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مبتلا تھا۔ اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا

اور ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا

اور میں اپنی گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے اُن تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا۔ اور اپنے سچے دِل اور پکے ارادہ سے عہدہ کرتا ہوں۔ کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے۔ اپنی عمر کے آخری دِن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔ اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذّات پر مقدم رکھوں گا۔ اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا۔ اور میں اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ ۔ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔ (الفضل ۲۸ فروری ۱۹۳۱ء)

بلحاظ نزول قرآن مجید کی آخری وحی

(مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب)

روایات میں اس بارہ میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے کہ نزول کے اعتبار سے قرآن مجید کی آخری وحی کونسی ہے اور وہ کب نازل ہوئی؟

اس ضمن میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس بارہ میں جتنے بھی اقوال وروایات ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہو یعنی جس میں آپ کا یہ ارشاد مروی ہو۔ آپ نے خود فرمایا ہو کہ فلاں آیت یا فلاں سورۃ نزول کے اعتبار سے آخری ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کا تعامل یہ تھا کہ کوشش کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گذارا جائے۔ کسی کو یہ صحبت زیادہ میسر آجاتی اور کسی کو نسبتاً کم۔ یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں بھی تھا۔ جس صحابی نے اپنے کانوں سے جو آخری آیت یا حصہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر پر سنا اسی کو کمال دیانت داری کے ساتھ آخری وحی کے طور پر بیان کردیا کہ میں نے جو آخری وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنی وہ یہ ہے۔ یا بعض نے کسی نسبت کے لحاظ سے بھی کسی وحی کو آخری قرار دیا ہے۔ مثلاً بیوع (خرید وفروخت سے متعلق احکام) کے بارے میں جو آخری آیت نازل ہوئی وہ سود سے ممانعت والی آیت ہے۔ (جسے اصطلاحاً آیت الربا کہا جاتا ہے) اس لئے بعض نے اسے آخری آیت قرار دیا ہے۔ اسی طرح جو سورتیں یکبار مکمل نازل ہوئیں ان میں سے سورۃ النصر آخری سورۃ ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، حافظ اسماعیل بن کثیر القرشی، جلد ۴ صفحہ ۵۶۱۔ تفسیر روح المعانی، السید محمود آلوسی بغدادی، جزو ۳۰ صفحہ ۲۹۴)

اس لئے بعض نے سورۃ النصر کو آخری قرار دے دیا ہے۔ اسی طرح کلالہ کے ورثہ والی آیت (سورۃ النساء کی آخری آیت) اور سورۃ التوبہ کو بھی کسی نہ کسی نسبت کے اعتبار سے آخری کہا گیا ہے۔ ورنہ وہ مطلقاً آخری نہیں ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے کمال فراست سے ایسی تمام آیات کے بارہ میں روایات کتاب التفسیر میں مختلف مقامات پر درج فرمادی ہیں جس میں سے ہر روایت ایک مختلف حصہ قرآن کو آخری وحی قرار دیتی ہے۔ آپؒ نے حسب ذیل آیات اور سورۃ کے آخری وحی ہونے کے بارہ میں روایات شامل کی ہیں:-

(۱) يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (البقرہ: ۲۷۹)

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرہ باب قولہ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ)

(۲) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا

(بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ النساء) باب قولہ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا)

(۳) آیت کلالہ یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ...... وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (النساء: ۱۷۷)

(بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النساء، باب قولہ یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ)

(۴) سورہ البراءۃ (التوبہ)

(بخاری۔ کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ التوبہ، باب قولہ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ...)

ان چار میں سے پہلی دو روایات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جبکہ بعد والی دو (جو دراصل ایک ہی روایت کے دو حصے ہیں) حضرت براءؓ بن عازب سے مروی ہیں۔

یہاں یہ امر بالخصوص قابل توجہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنے مخصوص اسلوب بیان کے موافق آیت الربا کے آخری وحی ہونے کا ذکر اسی آیت کے ذیل میں بیان نہیں کیا بلکہ آگے جا کر آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ (البقرہ: ۲۸۲) کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے اور جس آیت کو بطور عنوان رکھا ہے اس کے متعلق کوئی ذکر نہیں کرتے۔ گویا یہ بات واضح فرما دی کہ اگرچہ آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ کو آخری آیت کہا جاتا ہے تاہم دیگر آیات کے بارہ میں بھی ایسی ہی روایات ملتی ہیں۔ اس طرح آپؒ نے وضاحت فرما دی کہ اس ضمن میں آپ تک کوئی حتمی روایت نہیں پہنچی۔ زیادہ محفوظ بات یہی ہے کہ یہ کہا جائے کہ فلاں فلاں آیات نزول کے اعتبار سے آخری آیات میں سے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی حصہ قرآن کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ یہ آخری وحی ہے۔ اور صحابہ کرام کو بھی وحی قرآن کے اختتام کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے ہوا۔ اسی وجہ سے روایات میں اس بارہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

نیز جہاں تک آیت الربا کو آخری وحی قرار دیئے جانے کا تعلق ہے تو اس کی وضاحت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہو جاتی ہے کہ یہ آخری نازل ہونے والی آیات میں سے ایک ہے نہ کہ آخری وحی۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ا صفحہ ۳۲۸۔ روح المعانی، جزو ۳ صفحہ ۵۰)

مذکورہ بالا تین آیات اور ایک سورۃ کے علاوہ آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ...... (البقرہ: ۲۸۳) کو بھی نزولاً آخری آیت قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی وہ واحد آیت ہے جس پر علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی جو سب سے آخری آیت نازل ہوئی وہ یہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی متعدد طرق (واسطوں) سے یہی مروی ہے نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم صحابی بھی اسی کی تائید فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام رازی اور دیگر علماء مثلاً صاحب تفسیر روح المعانی آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ...... کو نزولاً آخری آیت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ متعدد طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت آخر ما نزل من القرآن ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی جو روایت کی ہے کہ آیت الربا آخری آیت ہے تو ان دونوں روایتوں میں درحقیقت کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ آیت الربا ان معنوں میں آخری ہے کہ بیوع کے معاملہ میں جو آخری آیت اتری وہ آیت الربا ہے۔ یا اس سے مراد وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آیت الربا آخری نازل ہونے والی آیت میں سے ایک ہے"۔

(روح المعانی، السید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ، جز نمبر ۳ صفحہ ۵۴، ۵۵، تفسیر کبیر رازی، حضرت امام رازی، جلد نمبر ۷ صفحہ ۱۰۴)

صاحب البحر المحیط لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ نزول کے اعتبار سے آخری آیت سورۃ البقرۃ کی آیت

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ...... ہے۔

(البحر المحیط۔علامہ ابوحیان اندلسی۔متوفی ۷۴۵۔جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۵۶)

مندرجہ بالا کے علاوہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۴ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ...... آخری وحی ہوگی کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکمیل دین کا ذکر ہے۔ مگر کسی بھی روایت میں اسے آخری وحی قرار نہیں دیا گیا۔ ہاں بعض روایات کے مطابق پوری سورۃ المائدہ آخری سورۃ ہے۔ (ترمذی، ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ المائدہ)

لیکن جیسا کہ آگے مفصل ذکر آئے گا کہ اکثر احکام حلال وحرام کے اس میں ہیں اس لئے حلال وحرام کے احکام کے اعتبار سے عمومی طور پر اسے آخری کہا گیا ہے ورنہ اس سورۃ یا اس آیت کے بعد بھی نزول وحی قرآن کا معین ذکر ملتا ہے۔

آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم رحمت اور امتیاز کی سند ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کے حوالہ سے اسلام کے دین کامل ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے فرض رسالت کو بدرجہ کمال سرانجام دے دینے میں کامیاب ہونے کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:-

''خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کو مخاطب کیا کہ میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی۔ اور آیت کو اس طور سے نہ فرمایا کہ اے نبی! آج میں نے قرآن کو کامل کر دیا''۔

(نور القرآن نمبر ۱۔روحانی خزائن جلد ۹ حاشیہ صفحہ ۳۵۲)

آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ...... کے نزول کا موقع اور وقت مستند ترین روایات میں بالتفصیل ملتا ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ ۱۰ھ کو بروز جمعہ بعد عصر عرفات کے میدان میں نازل ہوئی۔

(البدایۃ والنہایۃ از حافظ اسماعیل بن کثیر، جلد نمبر ۵ صفحہ ۱۹۲۔ بخاری، کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المائدہ، باب قولہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (علاوہ ازیں صحیح مسلم، ترمذی، مسند احمد بن حنبلؒ اور نسائی وغیرہم نے بھی اسے روایت کیا ہے)

علامہ محمد بن احمد القرطبی نے اس آیت کی ذیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے:-

''شرعی احکام تدریجاً نازل ہوتے رہے اور ان کے آخر پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد کوئی حکم نازل نہیں ہوا''۔

(الجامع لاحکام القرآن، محمد بن احمد القرطبی، جلد نمبر ۶ صفحہ ۶۱)

اور پھر اس پر جمہور علماء کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے یہ مراد ہے کہ حلال وحرام کے احکام کا بڑا حصہ اس آیت سے قبل نازل ہو گیا ورنہ احکام کا ایک حصہ مثلاً آیت الربا اور کلالہ کے ورثہ والی آیت اس آیت کے بعد نازل ہوئی ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن، جلد نمبر ۶ صفحہ ۶۱)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے منسوب ایک روایت میں سورۃ النصر کو آخری سورۃ قرار دیا گیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، حافظ اسماعیل بن کثیر، جلد نمبر ۴ صفحہ ۵۶۱)

جبکہ روایات میں اس سورۃ کے نزول کا موقع اور تاریخ پوری وضاحت اور تعیین کے ساتھ موجود ہے کہ یہ سورۃ حجۃ الوداع کے موقع پر ایام التشریق میں سے درمیانی دن (یعنی ۱۲/ذی الحجہ ۱۰ھ) منیٰ کے میدان میں نازل ہوئی۔ (ایام التشریق ۱۱، ۱۲، ۱۳/ذی الحجہ کو کہا جاتا ہے جب جمرات کو کنکر بھی مارے جاتے ہیں)

(البدایۃ النہایۃ۔ ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۲۔ روح المعانی، جزء نمبر ۳۰ صفحہ ۲۹۴)

اور سود سے ممانعت اور کلالہ کے ورثہ والی آیات (جیسا

کہ کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) اس سے بھی بعد میں نازل ہوئیں۔ (تفسیر القرطبی، جلد ۶ صفحہ ۶۱۔۶۲)

لہٰذا اصل بات وہی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی فرمائی ہے کہ یک دفعہ مکمل نازل ہونے والی سورتوں میں سے آخری سورہ، سورۃ النصر ہے۔

(القرطبی، جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۲۹۹۔ روح المعانی، جز و نمبر ۳۰ صفحہ ۲۹۴)

اس کے علاوہ سورۃ التوبہ کی آخری دو آیات یعنی ۱۲۸، ۱۲۹ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ .... کو بھی آخری آیات کہا گیا ہے۔

(البرہان فی علوم القرآن۔ از بدرالدین الزرکشی۔ جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

مگر یہ بھی ایک نسبتی امر ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے آخری نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک سورۃ التوبہ بھی ہے۔ ورنہ یہ آیات آخری نہیں۔ جیسا کہ بخاری کی اس مندرجہ ذیل روایت سے روشنی ملتی ہے۔

عن ابی اسحق قال سمعت البراء یقول. آخر اٰیة نزلت يَسْتَفْتُونَكَ ۚ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۚ واٰخرہ سورة نزلت براءة.

(بخاری۔ کتاب التفسیر، تفسیر سورہ التوبہ، باب قولہ براءة من الله ورسوله ......)

نیز حضرت امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں سورۃ التوبہ کی تفسیر پر مشتمل روایات کے آخر پر سورۃ التوبہ کی مذکورہ بالا دونوں آیات کو عنوان بنا کر الگ عنوان باندھا ہے۔ اس میں مندرجہ بالا روایت تو درج کی ہے مگر اس میں ان آیات کے آخری ہونے کا مطلقاً ذکر نہیں فرماتے۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر، تفسیر سورہ التوبہ، باب قولہ براءة من الله ورسوله ......)

تفسیر القرطبی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول درج ہے جو مندرجہ بالا تمام روایات، جو بظاہر باہم متصادم ہیں، کا حل کر دیتا ہے۔ سورۃ النصر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یہ سورہ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں اتری۔ پھر آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ...... نازل ہوئی۔ ان دونوں کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی (۸۰) دن حیات رہے۔ پھر آیت کلالہ اتری جس کے بعد آپ پچاس (۵۰) دن حیات رہے۔ آیت لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پینتیس (۳۵) دن زندہ رہے۔ پھر آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ...... نازل ہوئی جس کے نزول کے بعد آپ اکیس (۲۱) دن حیات رہے''۔

(تفسیر القرطبی، جلد ۲۰ صفحہ ۲۳۳)

یہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غالباً سہواً سورۃ النصر کا نزول آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ سے پہلے بیان ہوا ہے ورنہ آپ کا اپنا قول ہے کہ سورۃ النصر ایام التشریق (یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) میں سے درمیانی دن منیٰ میں نازل ہوئی۔

(روح المعانی۔ از السید محمود آلوسی جز و نمبر ۳۰ صفحہ ۲۹۴)

اس تمام بحث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ امر بالوضاحت سامنے آتا ہے کہ روایات کے مطابق نزول کے لحاظ سے آخری آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ (البقرة: ۲۸۲) ہے۔ اس کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیس (۲۱) دن حیات رہے۔ اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یکم یا ۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو ہوئی (البدایة والنہایة، جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۶۸، ۲۷۹) تو اس طرح اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس آیت کا نزول قریباً ۱۰ یا ۱۱ صفر ۱۱ھ کو ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

❁❁❁❁❁❁

حضرت میاں نبی بخش صاحب تاجر پشمینہ

(مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب)

امرتسر شہر کے شرقی حصے میں کشمیری سوداگران پشمینہ اور رفوگر اوران کے متعلق کاروباری مسلمان رہتے تھے۔ ان میں اکثریت نماز کے پابند لوگوں کی تھی اور عام طور پر یہ لوگ دیندار سمجھے جاتے تھے اس محلے میں ایک اہل حدیث عالم مولوی احمد اللہ صاحب بھی رہتے تھے جن کے اثر کی وجہ سے اہل محلہ علی العموم اہل حدیث تھے، انہی مولوی صاحب کے مقتدیوں میں ایک حضرت میاں نبی بخش صاحب رفوگر بھی تھے۔ ابتداء مین تو آپ رفوگر تھے لیکن آہستہ آہستہ کاروبار میں اس قدر ترقی کی کہ ایک مشہور تاجر پشمینہ ہوگئے جن کا کاروبار جنوبی ہندوستان اور کلکتہ تک پھیل گیا۔

بیعت

جولائی ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام امرتسر تشریف لے گئے جہاں آپ نے مولوی احمد اللہ صاحب کو تحریری مباحثے کی دعوت دی مگر انہوں نے آمادگی کا اظہار نہ کیا۔ ۱۸۹۳ء میں جب حضور علیہ السلام آتھم سے مباحثہ کے لئے دوبارہ امرتسر تشریف لے گئے تو حضرت میاں نبی بخش صاحب تحقیق کی خاطر حضرت صاحب کی مجلسوں میں آتے اور خاموشی سے حالات کا مطالعہ کرتے رہتے۔ آپ بہت پڑھے لکھے آدمی نہ تھے مگر صاحب شعور تھے اور سینہ صاف تھا قبول حق کے لئے کوئی روک نہ ہوسکتی تھی اس دوران آپ مولوی احمد اللہ صاحب کو بھی حضور علیہ السلام یا آپ علیہ السلام کے کسی نمائندہ سے تبادلہ خیال کے لئے تحریک کرتے رہتے لیکن مولوی صاحب نے پھر معذوری ظاہر کی اور کہا کہ مرزا صاحب بھی جانتے ہیں کہ میں مناظرہ نہیں کرتا۔ مولوی صاحب کے انکار نے حضرت میاں نبی بخش صاحب اور بعض دیگر مقتدیوں کو جو حضرت صاحب کی بیعت کا ارادہ کئے ہوئے تھے اور بھی مضبوط کر دیا اور وہ سلسلہ احمدیہ میں انشراح صدر سے داخل ہوگئے۔ حضرت میاں نبی بخش صاحب نے بیعت میں مسابقت کی اور آپ گویا السابقون الاوّلون میں ہوگئے۔ آپ کے ساتھ اور متعدد دوستوں نے بیعت کرلی جن میں آپ کے بڑے بھائی حضرت میاں عبدالخالق صاحب بھی شامل تھے۔ اس طرح امرتسر جماعت میں ایک مضبوطی پیدا ہوگئی۔

(حیات احمد جلد چہارم حصہ دوم صفحہ ۴۱۱۔۴۰۹ از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت

بیعت کرنے کے بعد آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خدام کی دعوت کی، آپ کے ہمسائے میں حضرت ملک مولا بخش صاحب (وفات ۲۷؍اکتوبر ۱۹۴۹ء) کا وسیع گھر تھا جہاں حضور علیہ السلام کو بٹھایا گیا، آپ نے اس

شاندار دعوت کو پشمینہ چادروں سے آراستہ کیا ہوا تھا۔

((رفقاء) احمد جلد اول صفحہ ۸۷ نیوایڈیشن از ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

۳۱۳ رفقاء میں شمولیت کا شرف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کہ حضرت امام مہدی کے پاس ایک کتاب ہوگی جس میں اس کے ۳۱۳ ساتھیوں کے نام درج ہوں گے (مندرجہ جواہر الاسرار از شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی مؤلفہ ۸۴۰ھ، قلمی نسخہ) کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''انجام آتھم'' نے پورا کیا جس میں حضور علیہ السلام نے اپنے ۳۱۳ کبار رفقاء کی فہرست شائع فرمائی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے ان رفقاء کے متعلق فرمایا:

''یہ تمام (رفقاء) خصلت صدق وصفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے اور وہ یہ ہیں...... (اس فہرست میں آپ ۷ اویں نمبر پر ہیں)......''

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۵)

نشانات کے گواہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بے شمار نشانات دکھلائے جنہیں رفقاء نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا، آپ کو بھی حضور علیہ السلام نے اپنے نشانات کے پورے ہونے پر گواہوں میں شامل فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام کی تصنیف ''نزول المسیح'' میں نشانات میں آپ کا نام بطور گواہ درج ہے۔ مثلاً پیشگوئی نمبر ۴۲ متعلق ڈپٹی عبداللہ آتھم، پیشگوئی نمبر ۴۳ متعلق لیکھرام کے زندہ گواہ رؤیت میں آپ کا نام شامل ہے۔

اس طرح حضور علیہ السلام نے اپنے ایک اشتہار ''کیا محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں کرسی ملی؟'' کے الٰہی نشان میں چشم دید گواہوں میں بھی آپ کا نام درج فرمایا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۶)

مالی قربانیوں میں حصہ

حضرت میاں نبی بخش صاحب انفاق فی سبیل اللہ کے وصف میں بھی نمایاں تھے، سلسلہ کی مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب سراج منیر (روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۸۶ کالم ۳) میں ''فہرست آمدنی چندہ برائے طیاری مہمان خانہ وچاہ وغیرہ'' کے عنوان کے تحت آپ کے بیس ۲۰ روپے چندے کا ذکر محفوظ ہے ساتھ ہی آپ کی اہلیہ کی طرف سے بھی پانچ روپے چندہ لکھا ہے۔ ۱۸۹۷ء میں آپ جلسہ ڈائمنڈ جوبلی قادیان میں حاضر ہوئے اور اس موقع پر بھی پانچ روپے چندہ ادا کیا حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب جلسہ احباب (روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۴) پر آپ کی جلسہ میں حاضری اور چندے کا ذکر فرمایا ہے۔

۱۸۹۸ء میں جماعت احمدیہ امرتسر نے مخالفت کے پیش نظر اپنی (بیت) کی اشد ضرورت محسوس کی حضرت میاں نبی بخش صاحب نے اپنا ایک مکان قیمتی بارہ سو ساٹھ روپے بیت کے لئے سات سو ۷۰۰ روپے پر دینا منظور کر لیا اور باقی ۵۶۰ روپے بطور چندہ دے دیے۔

(الحکم ۲۷ مارچ، ۶ اپریل ۱۸۹۸ء صفحہ ۷ کالم ۱)

۱۹۰۱ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ

ریویو آف ریلیجنز کے سرمائے کو پورا کرنے کے لئے خریداری حصص کی تحریک فرمائی حضرت میاں نبی بخش صاحب نے ۵ حصص خریدے۔ (الحکم ۱۷/اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۹ کالم ۳)

ستمبر ۱۹۱۴ء کے جنگی دور میں حضرت مصلح موعود نے چندہ انڈین امپیریل ریلیف فنڈ کی تحریک فرمائی حضرت میاں نبی بخش صاحب نے اس مد میں ۹ روپے چندہ ادا کیا۔

(الفضل ۱۱/اکتوبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۸)

یکم جولائی ۱۹۰۰ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے خاص گروہ کو منارۃ المسیح کے لئے چندہ کی تحریک کی اور فرمایا

"......ایسے تمام لوگوں کے نام لکھے جائیں گے، جنہوں نے کم سے کم سو روپیہ منارہ کے چندہ میں داخل کیا ہو اور یہ نام ان کے زمانہ دراز تک بطور کتبہ کے منارہ پر کندہ رہیں گے جو آئندہ آنے والی نسلوں کو دعا کا موقع دیتے رہیں گے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۲۰،۳۱۹)

حضرت نبی بخش صاحب نے بھی اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس مبارک تحریک میں حصہ لیا اور سو روپے چندہ ادا کیا منارۃ المسیح پر کندہ اسماء میں آپ کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔

روزنامچہ آمد بابت ماہ مارچ ۱۹۰۱ء مدرسہ ٹی آئی قادیان میں آپ کے چندے کا ذکر ہے۔

(الحکم ۱۷/اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۶ کالم ۱)

۱۹۱۷ء میں چندہ۔(اشاعت دین حق) ولایت میں آپ نے ایک سو روپے چندہ ادا کیا۔

(الفضل ۲۸/اگست ۱۹۱۷ء صفحہ ۱۱)

سلسلہ کے کاموں میں اخلاص

آپ سلسلہ احمدیہ سے نہایت درجہ اخلاص رکھنے والے تھے اور باقی تمام کاموں پر جماعتی کاموں کو اوّلیت دیتے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے آپ کے دل میں ایک غیرت تھی۔ ۵/ستمبر ۱۸۹۴ء کو جب آتھم کی پیشگوئی کی میعاد کا آخری دن تھا تو عیسائیوں نے آتھم کے زندہ ہونے کی خوشی میں حضور علیہ السلام کے خلاف امرتسر میں ایک جلوس نکالنا چاہا اور نہایت ہی حیاسوز اور دل آزار حرکات کا پروگرام بنایا۔ خبر سے بڑی تشویش ہوئی حضرت میاں نبی بخش صاحب، حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب، حضرت شیخ نور احمد صاحب اور حضرت میاں قطب الدین صاحب چاروں رفقاء، خان بہادر شیخ غلام حسن رئیس اعظم کے پاس گئے اور انہیں اس پروگرام سے آگاہ کیا۔ انہوں نے یہ منصوبہ سنا تو بے اختیار ہو گئے اور کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا میں اس کا ابھی انتظام کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے بات کر کے اس منصوبے کی بندش کا انتظام کیا۔

(حیات احمد جلد چہارم حصہ دوم صفحہ ۴۶۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی آپ سے محبت رکھتے تھے اور امرتسر میں بسا اوقات آپ سے کام کرواتے اس طرح امرتسر میں بیٹھے حضور علیہ السلام کی خدمت کا آپ کو موقعہ مل جاتا حضرت شیخ احمد صاحب ڈنگوی (بیعت ۱۸۹۷ء) فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بندہ کو حکم دیا کہ تم امرتسر میاں نبی بخش صاحب (رفوگر) کے پاس جاؤ اور

ایک خط لکھ کر دیا کہ یہ ان کو دے دینا جو چیزیں وہ خرید کر دے دیں وہ جلدی لے آنا اور کل تک واپس آنا......"

(رجسٹر روایات نمبر ۸ صفحہ ۱۰۹)

مرکز سلسلہ کی طرف سے آنے والے نمائندوں اور مہمانوں کی خدمت بھی دلی لگاؤ اور محبت سے کرتے اور ان کے لئے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکالتے حضرت مفتی محمد صادق صاحب اپنے ایک دورہ کی رپورٹ (۱۹۰۹ء) لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"امرتسر کے ضلع میں جب تک میں دورہ کرتا رہا اس عرصہ میں میرا ہیڈ کوارٹر شہر امرتسر میں رہا...... گاہے گاہے شہر کے شرقی حصہ میں میاں نبی بخش صاحب سوداگر پشمینہ کے مکان پر بھی شب باش ہوتا رہا۔ ہر دو صاحبان کی خاطرداری اور مہمان نوازی کا میں بہت ہی مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ میاں نبی بخش صاحب کو حضرت مرحوم (یعنی حضرت مسیح موعود۔ ناقل) کے ساتھ بڑا اخلاص ہے ایک دلی محبت کا جوش ہر وقت ان کے چہرہ سے ظاہر ہوتا ہے"۔

(البدر ۱۳ مئی ۱۹۰۹ء صفحہ ۱)

اس دورہ ضلع امرتسر کے دوران حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی ڈاک حضرت میاں نبی بخش صاحب کے گھر ہی پہنچتی تھی۔ (البدر یکم اپریل ۱۹۰۹ء صفحہ ۱ کالم ۱)

۱۲/ اپریل ۱۹۱۴ء کو خلافت ثانیہ کے آغاز کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حسب ہدایت وکلائے وقائمقامان جماعتہائے مقامات مختلفہ کا اجلاس زیر صدارت حضرت نواب محمد علی خان صاحب بغرض ضروریات سلسلہ قادیان میں ہوا جس میں ۱۰ مختلف ریزولیشن پاس کئے گئے۔ حضرت نبی بخش صاحب بھی امرتسر جماعت کے وفد میں شامل تھے۔

(الفضل ۲۰/ اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۵، ۱۶)

نظام وصیت میں شمولیت

۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی بشارات کے ماتحت ایک نہایت ہی بابرکت نظام کا آغاز فرمایا جس کے ساتھ ہی بہشتی مقبرہ کا قیام عمل میں آیا اور حضور علیہ السلام نے احباب جماعت کو دین کی مقبول خدمت کے لئے 1/10 حصہ کی وصیت کی تحریک فرمائی۔ دیگر فدائیان کی طرح حضرت میاں نبی بخش صاحب نے بھی اوّل طور پر اس نظام میں شمولیت اختیار فرمائی، آپ نے ۱۹۰۶ء میں وصیت کی آپ کا وصیت نمبر ۱۱۱ ہے۔

اہلی زندگی

حضرت نبی بخش صاحب کی اہلیہ کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کا شرف حاصل تھا، حضور علیہ السلام کی کتاب سراج منیر (۱۸۹۷ء) میں "فہرست آمدنی چندہ برائے طیاری مہمان نوازی وچاہ وغیرہ" کے تحت دیے گئے اسماء میں اہلیہ کے چندے کا ذکر بھی محفوظ ہے۔

اہلیہ نبی بخش صاحب رفوگر امرتسر (پانچ روپے)

(روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۸۶ کالم ۲)

آپ کے ایک بیٹے مکرم عبداللہ صاحب نے ۷/ اپریل ۱۹۱۸ء بعمر ۲۱ سال وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

وفات

آپ اپنی عمر کے ۶۵ ویں برس میں داخل ہو چکے تھے، طبیعت میں کمزوری آ گئی تھی کچھ عرصہ بیمار رہ کر بالآخر ۳/ جولائی ۱۹۱۸ء کو امرتسر میں وفات پائی بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

(الفضل ۶ جولائی ۱۹۱۸ء صفحہ ۱ کالم ۱)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تاریخ کا ایک ورق

حضرت امام شافعیؒ کا سفرنامہ

(ان کے شاگرد ربیع بن سلیمان کے بیان کا ترجمہ) مرسلہ: مکرم سید حماد رضا صاحب

امام محمد اور امام ابو یوسف سے ملاقات

اتفاق سے مسجد کے دروازے ہی پر لڑکے کو محمد بن حسن اور ابو یوسف مل گئے اس نے ان سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ دونوں حضرات نے کہا تم اس شخص کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ نماز میں کس طرح داخل ہوتے ہو؟ لڑکا لوٹ آیا اور مجھ سے وہ سوال کیا۔ میں نے جواب دیا۔ دو فرض اور ایک سنت کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہوں۔ لڑکا یہ سن کر چلا گیا اور ان دونوں حضرات کو میرا جواب پہنچا دیا اس پر وہ سمجھ گئے کہ جواب ایسے آدمی کا ہے جس کی علم پر نظر ہے مگر انہوں نے اس لڑکے سے کہا۔ پھر جا کر پوچھو کہ وہ دونوں فرض کون ہیں اور سنت کیا ہے؟ لڑکے نے آ کر مجھ سے یہی سوال کیا۔ میں نے جواب دیا۔ ''پہلا فرض نیت ہے۔ دوسرا فرض تکبیر تحریمہ اور سنت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا ہے۔ لڑکے نے میرا جواب بھی دونوں صاحبوں کو سنا دیا۔

اب وہ دونوں حضرات مسجد میں داخل ہوئے۔ مجھے غور سے دیکھا، آگے بڑھ گئے اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ پھر لڑکے سے کہا جاؤ اس شخص سے کہو کہ مشائخ کے روبرو آئے۔

پیغام سن کر میں سمجھ گیا کہ علمی مسائل میں میرا امتحان لیں گے۔ میں نے لڑکے کو جواب دیا کہ لوگ علم کے پاس آتے ہیں اور علم کسی کے پاس نہیں جاتا۔ پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ تمہارے مشائخ سے ملنے کی ضرورت کیا ہے؟

میرا جواب پاتے ہی محمد بن حسن اور ابو یوسف اٹھ کھڑے ہوئے اور میری طرف بڑھے جب انہوں نے مجھے سلام کیا تو میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اور مسرت ظاہر کی وہ بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

محمد بن حسن نے گفتگو شروع کی۔ گفتگو کے دوران انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ ''امام مالکؒ'' کو تم نے دیکھا ہے؟ میں نے کہا ''جی ہاں'' میں مؤطا حفظ کر چکا ہوں۔

محمد بن حسن کو یہ بات تعجب خیز نظر آئی۔ اسی وقت لکھنے کا سامان طلب کیا۔ اور ابواب فقہ کا ایک مسئلہ لکھا۔ ہر دو مسئلوں کے درمیان کافی جگہ خالی رکھی، اور کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا ان مسائل کا جواب مؤطا سے لکھ دو۔ میں نے سب مسئلوں کے جواب لکھے اور کاغذ محمد بن حسن کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے بغور میری تحریر پڑھی پھر مڑ کر خادم کو حکم دیا۔

''اپنے آقا کو گھر لے جاؤ''۔

امام محمد کے ساتھ

اس کے بعد محمد بن حسن نے مجھ سے کہا خادم کے ساتھ جاؤ۔ میں بے تکلف اٹھ کھڑا ہوا۔ مسجد کے دروازے پر پہنچا تو خادم نے کہا ''آقا کا حکم ہے کہ آپ ان کے گھر سواری پر جائیں''۔

میں نے جواب دیا ''تو سواری حاضر کرو''۔

خادم نے ایک سجا سجایا خچر میرے سامنے کھڑا کر دیا۔ جب میں سوار ہوا۔ تو تن کے پرانے کپڑے نگاہوں میں کھٹکنے لگے۔

اور اپنی حالت پر افسوس ہوا۔ خادم کوفہ کے گلی کوچوں میں ہوتا ہوا محمد بن حسنؒ کے گھر لایا۔

کچھ دیر بعد محمد بن حسن آئے۔ ایک ہزار درہم کا قیمتی جوڑا مجھے پہنایا۔ اور اپنے کتب خانہ سے امام ابوحنیفہ کی تالیف الکتاب الاوسط نکال کر لائے۔ میں نے کتاب الٹ پلٹ کے دیکھی اور رات کو اسے یاد کرنا شروع کیا۔ صبح ہونے سے پہلے پوری کتاب حفظ کر لی۔ مگر محمد بن حسن کو اس کی خبر نہ ہوئی۔

محمد بن حسن کوفہ میں سب سے بڑے مفتی تھے۔ ایک دن میں ان کے دائیں طرف بیٹھا تھا ایک مسئلہ کا فتویٰ پوچھا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے۔ میں بول اٹھا۔ آپ سے سہو ہو گیا ہے۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا قول وہ نہیں یہ ہے اور امام ابوحنیفہ نے اپنی کتاب میں اس مسئلہ کا ذکر فلاں مسئلہ کے نیچے اور فلاں مسئلہ کے اوپر کیا ہے۔ محمد بن حسن نے فوراً کتاب منگا کر دیکھی تو میری بات بالکل ٹھیک نکلی۔ اسی وقت انہوں نے اپنے جواب سے رجوع کیا۔

کچھ دن بعد محمد بن حسن سے میں نے سفر کی اجازت چاہی۔ فرمانے لگے۔ میں اپنے کسی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ میرے پاس جو مال و دولت موجود ہے اس میں سے آدھا تم لے لو۔ میں نے جواب دیا۔ یہ بات میرے مقاصد اور ارادے کے خلاف ہے میری خوشی صرف سفر میں ہے۔ اس پر انہوں نے اپنے صندوق کی ساری نقدی منگائی۔ تین ہزار درہم نکلے۔ سب میرے حوالے کر دیئے اور میں نے بلادِ عراق و فارس کی سیاحت شروع کی۔ لوگوں سے ملتا جلتا رہا۔ یہاں تک کہ میری عمر اکیس برس کی ہو گئی۔

ہارون الرشید سے ملاقات

پھر میں ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد آیا۔ بغداد کے پھاٹک پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھے روکا اور نرمی سے پوچھا آپ کا نام؟ میں نے کہا محمد۔ پھر اس نے باپ کا نام پوچھا۔ میں نے کہا ادریس شافعی۔ کہنے لگا آپ مطلبی ہیں؟ میں نے اقرار کیا۔ اس کے بعد جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور میرا بیان اس میں قلم بند کر کے مجھے چھوڑ دیا میں ایک مسجد میں پہنچا اور سوچنے لگا کہ اس آدمی نے جو کچھ لکھا ہے دیکھنا چاہیے! اس کا انجام کیا ہوا؟ آدھی رات کے بعد پولیس والے آئے اور ہر شخص کو روشنی میں دیکھنا شروع کیا۔ آخر میری باری آئی اور پولیس نے پکار کر لوگوں سے کہا۔ ڈرنے کی بات نہیں۔ جس آدمی کی تلاش تھی مل گیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا۔ امیر المؤمنین کے حضور چلو۔

میں نے پس و پیش نہیں کیا۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا شاہی محل پہنچایا گیا۔ امیر المومنین پر جب میری نظر پڑی تو صاف مضبوط آواز میں مَیں نے انہیں سلام کیا۔ امیر المؤمنین کو میرا انداز پسند آیا۔ سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا۔ تم کہتے ہو کہ ہاشمی ہو۔ میں نے جواب دیا۔ جی ہاں امیر المؤمنین۔ امیر المؤمنین نے میرا نسب پوچھا میں نے بیان کر دیا۔ بلکہ آدم علیہ السلام تک پہنچا دیا۔ اس پر امیر المؤمنین کہنے لگے۔ بے شک یہ فصاحت و بلاغت اولاد مُطلب ہی کا حصہ ہے۔ بتاؤ کیا تم پسند کرو گے کہ مسلمانوں کا قاضی بنا کر تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کر لوں۔ اور تم کتاب وسنت کے مطابق اپنا اور میرا حکم چلایا کرو۔ میں نے جواب دیا۔ ''سلطنت میں شرکت کے ساتھ صبح سے شام تک بھی قاضی بننا مجھے منظور نہیں''۔ یہ سن کر امیر المؤمنین بہت متاثر ہوئے۔

کتاب الزعفران کی تالیف

میں پھر اسی مسجد میں لوٹ آیا۔ جس میں اترا تھا صبح کو ایک نوجوان نے نماز کی امامت کی اس کی قرأت تو اچھی تھی مگر علم کم تھا۔ نماز میں سہو ہو گیا مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ میں نے کہا۔ ''بھائی! تم نے ہماری اور اپنی سب کی نماز خراب کر دی''۔ نوجوان نے پھر سے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد میں نے اس سے کہا۔ کاغذ اور قلم دوات لے آؤ۔ میں تمہارے لئے باب سہو لکھ دوں گا۔ وہ فوراً سب سامان لے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی ذہن کھول دیا اور میں نے کتاب وسنت اور اجماع امت کے مطابق ایک مستقل کتاب لکھ دی۔ کتاب کا نام اسی کے نام پر ''کتاب الزعفران'' رکھا یہ کتاب چالیس جزو میں پوری ہوئی۔

اب مجھے تین برس اور ہو چکے تھے۔ اسی اثناء میں حاجی حجاز سے لوٹے۔ میں ان سے امام مالکؒ اور اپنے وطن کے حالات معلوم کرنے چلا۔ ایک نوجوان دکھائی دیا۔ میں نے اس سے امام مالکؒ اور حجاز کے بارے میں پوچھ گچھ کی کہنے لگا سب ٹھیک ہے میں نے امام مالکؒ کے بارے میں دوبارہ سوال کیا۔ تو کہنے لگا۔ تفصیل سے بتاؤں۔ یا مختصر جواب دوں۔ میں نے کہا اختصار ہی میں بلاغت ہوتی ہے۔ کہنے لگا۔ تو سنو، امام مالکؒ بہت تندرست ہیں اور بہت دولت مند ہو گئے ہیں۔

یہ سن کر مجھے شوق ہوا کہ فقر وفاقہ میں تو امام مالکؒ کو دیکھ چکا ہوں اب مال و دولت میں انہیں دیکھنا چاہیے۔ میں نے نوجوان سے کہا۔ تمہارے پاس اتنا روپیہ ہے کہ میرے سفر کی ضرورتیں پوری ہو جائیں؟۔ اس نے جواب دیا۔ آپ کی جدائی عراق والوں پر عام طور سے اور مجھ پر خاص طور سے بہت شاق ہوگی۔ مگر میرے پاس جو کچھ ہے اسے اپنا ہی سمجھ کر لے لیجئے۔ میں نے کہا سب مجھے دیدو گے۔ تو تم خود کس طرح زندگی بسر کرو گے۔ کہنے لگا اپنی وجاہت اور اثر سے یہ کہہ کر اس نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور کہا سب نہیں لیتے تو جتنا چاہو لے لو۔ میں نے ضرورت بھر لے لیا اور علاقہ ربیعہ کی راہ لی۔

ایک دلچسپ واقعہ

جمعہ کے دن میں حران پہنچا۔ غسل کے لئے حمام گیا۔ سر کے بال تراشوانے کے لئے حجام کو طلب کیا۔ وہ تھوڑے بال کاٹنے پایا تھا کہ شہر کا کوئی امیر آدمی آ گیا۔ اور حجام کو اس کی خدمت کے لئے یاد کیا۔ حجام نے مجھے چھوڑ دیا اور اس امیر آدمی کے پاس دوڑ گیا۔ پھر جب اس سے چھٹی پائی تو میرے پاس واپس آیا۔ میں نے حجامت درست کرانے سے انکار کر دیا۔ مگر جب حمام سے جانے لگا تو میرے پاس جو دینار تھے ان میں سے اکثر حجام کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ یہ لے۔ مگر خبردار کسی پردیسی کو حقیر نہ سمجھنا۔ حجام نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا۔ حجام کے دروازے پر ایک بھیڑ لگ گئی اور لوگ حیران تھے کہ میں نے اتنی بڑی رقم حجام کو کیوں دے دی۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شہر کا ایک اور امیر آدمی حمام سے نکلا اس کے سامنے سواری حاضر کی گئی۔ بھیڑ کے سامنے میں تقریر کر رہا تھا۔ میری آواز اس کے کان میں پڑ گئی وہ سوار ہو چکا تھا لیکن اتر پڑا اور مجھ سے کہنے لگا۔ آپ شافعی ہیں۔ میں نے اقرار کیا تو امیر آدمی نے سواری کی رکاب میرے قریب کر دی اور عاجزی سے کہنے لگا۔ برائے خدا سوار ہو جائیے۔ میں سوار ہو گیا غلام سر جھکائے آگے آگے چل رہا تھا یہاں تک کہ امیر کا گھر آ گیا۔

تھوڑی دیر میں خود وہ امیر آدمی آ پہنچا اور بڑی بشاشت ظاہر کی پھر دستر خوان بچھ گیا اور ہمارے ہاتھ دھلائے گئے مگر میں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا امیر کہنے لگا کیوں کیا بات ہے؟ میں نے جواب دیا۔ میں اس وقت تک ایک لقمہ بھی نہ اٹھاؤں گا جب تک یہ نہ بتادو کہ تم نے مجھے پہچانا کیسے؟ امیر نے کہا۔ بغداد میں آپ نے جو کتاب (کتاب الزعفران) لکھ کر سنائی تھی اس کے سننے والوں میں سے ایک میں بھی تھا۔ یہ سن کر میں نے کہا "علم دانش مندوں کا کبھی نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے"۔

میں تین دن تک اس شخص کا مہمان رہا چوتھے دن اس نے کہا حران کے اطراف میں میرے چار گاؤں ہیں اور یہ گاؤں ایسے ہیں کہ پورے علاقے میں ان کی نظیر نہیں۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ آپ یہاں رہ جائیں تو سب گاؤں آپ کی خدمت میں ہدیہ ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ سب گاؤں مجھے دے دو گے تو خود تمہاری گذر بسر کیسے ہوگی؟ کچھ صندوقوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ آپ وہ صندوق دیکھتے ہیں؟ ان میں چالیس ہزار درہم موجود ہیں۔ اس رقم سے کوئی تجارت کرلوں گا۔ میں نے کہا۔ لیکن میں نے اپنا وطن محض تحصیل علم کے لئے چھوڑا ہے نہ کہ دولت کمانے کے لئے اس لئے مجھے یہاں اقامت پذیر ہو جانا منظور نہیں۔ اس پر اس نے کہا سچ ہے تاہم مسافر کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے گاؤں نہ سہی یہ ساری نقدی ہی قبول کر لیجیے۔ پھر اسنے وہ چالیس ہزار کی رقم میرے حوالے کر دی۔ میں نے اسے خدا حافظ کہا اور حران سے اس حال میں روانہ ہوا کہ آگے پیچھے بوجھ لدے ہوئے تھے۔ راستے میں اصحاب حدیث ملے ان میں احمد بن حنبل، سفیان بن عینیہ اور اوزاعی بھی تھے میں نے ہر ایک کو اس قدر دیا جتنا کہ اس کے مقدر میں تھا۔

امام مالکؒ سے دوبارہ ملاقات

جب شہر رملہ پہنچا تو میرے پاس اس چالیس ہزار میں سے صرف چند دینار باقی تھے۔ میں نے کرایہ کی سواری لی اور حجاز کو روانہ ہو گیا۔ آخر ستائیسویں دن مدینۃ الرسول پہنچ گیا مسجد نبوی میں نماز پڑھی اب کیا دیکھتا ہوں لوہے کی ایک کرسی مسجد میں رکھی ہے کرسی پر قباطی مصر کا تکیہ جما ہوا ہے اور تکیہ پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

میں ابھی یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ مالک بن انس آتے دکھائی دیے پوری مسجد عطر سے مہک اٹھی امام مالکؒ کے ساتھ چار سو یا اس سے بھی زیادہ کا مجمع تھا امام مالکؒ اپنی مجلس میں پہنچے تو بیٹھے ہوئے سب آدمی کھڑے ہو گئے۔

امام مالکؒ کرسی پر بیٹھ گئے اور جراح عمد کا ایک مسئلہ پیش کیا مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے قریب کے آدمی کے کان میں کہا اس مسئلہ کا جواب یہ ہے اس شخص نے میرا بتایا ہوا جواب اونچی آواز سے سنا دیا۔ مگر امام مالکؒ نے اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور شاگردوں سے جواب کے طالب ہوئے۔ شاگردوں کے سب جواب غلط تھے۔ امام مالکؒ نے کہا تم غلطی پر ہو پہلے ہی آدمی کا جواب صحیح ہے۔ یہ سن کر وہ جاہل جس کے کان میں مَیں نے جواب بتایا تھا بہت خوش ہوا اور امام مالکؒ نے دوسرا مسئلہ پیش کیا۔ جاہل میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے پھر جواب بتا دیا اس دفعہ بھی امام مالکؒ کے شاگرد جواب نہ دے سکے اور اس جاہل کی زبانی میرا ہی جواب ٹھیک نکلا۔ پھر تیسرے مسئلہ پر بھی یہی صورت پیش آئی تب امام مالکؒ اس جاہل کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا "یہاں آؤ۔ وہ جگہ تمہاری نہیں ہے"۔ یہ آدمی امام مالکؒ کے پاس پہنچا۔ تو

انہوں نے سوال کیا۔ کیا تم نے مؤطا پڑھی ہے؟ جاہل نے جواب دیا نہیں۔ امام مالکؒ نے پوچھا "ابن جریج کے علم پر تمہاری نظر ہے؟" اس نے پھر کہا نہیں۔ امام مالکؒ نے پوچھا۔ "جعفر بن محمد صادق سے ملے ہو؟" کہنے لگا نہیں۔ اب تو امام مالکؒ کو تعجب ہوا۔ کہنے لگے۔ پھر یہ علم تمہیں کہاں سے ملا؟ جاہل نے جواب دیا۔ میرے قریب ایک نوجوان بیٹھا تھا اور وہی مجھے ہر مسئلہ کا جواب بتا تا رہا تھا۔

اب تو امام مالکؒ نے میری طرف گردن اٹھائی۔ دوسروں کی گردنیں اٹھ گئیں اور امام مالکؒ نے اس جاہل سے کہا۔ جاؤ اور نوجوان کو میرے پاس بھیج دو۔ میں امام مالکؒ کے پاس پہنچا اور اسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے جاہل اٹھا تھا وہ بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا۔ شافعی ہو؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں شافعی ہوں۔ امام مالکؒ نے مجھے گھسیٹ کر سینے سے لگالیا۔ پھر کرسی سے اتر پڑے اور کہا۔ علم کا جو باب ہم شروع کر چکے ہیں تم اسے پورا کرو۔ میں نے تعمیل کی اور جراح عمد کے چار سو مسئلے پیش کئے مگر کوئی آدمی بھی جواب نہ دے سکا۔

اب سورج غروب ہو چکا تھا ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اور امام مالکؒ نے میری پیٹھ ٹھونکی۔ پھر اپنے گھر لے گئے پرانی عمارات کی جگہ اب نئی عمارت کھڑی تھی۔ میں بے اختیار رونے لگا۔ یہ دیکھ کر امام مالکؒ نے کہا۔ ابوعبداللہ! تم کیوں روتے ہو؟ شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نے دنیا کے لئے آخرت تج دی؟ میں نے جواب دیا۔ جی ہاں یہی اندیشہ دل میں پیدا ہوتا ہے کہنے لگے۔ تمہارا دل مطمئن رہے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ جو کچھ دیکھ رہے ہو ہدیہ ہے خراساں سے مصر سے۔ دنیا کے دور دراز گوشوں سے ہدیوں پر ہدیے چلے آرہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمالیتے تھے اور صدقہ رد کر دیتے تھے میرے پاس اس وقت خراساں کے مصر کے اعلیٰ کپڑوں کے تین سو خلعت موجود ہیں اب یہ سب میری طرف سے تمہارے لئے ہدیہ ہے، صندوقوں میں پانچ ہزار دینار رکھے ہیں۔ اس کی زکوۃ نکلی ہوئی ہے اس میں سے بھی آدھی رقم تمہاری ہے۔

میں نے کہا دیکھئے آپ کے بھی وارث موجود ہیں اور میرے بھی وارث زندہ ہیں۔ آپ نے جو کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے اس کی تحریر ہو جانا چاہیے۔ تحریر سے میری ملکیت مسلّم ہو جائے گی اگر میں مر گیا تو ان سب کو آپ کے ورثا نہ لے سکیں گے۔ بلکہ میرے وارثوں کو مل جائے گا اسی طرح اگر خدا نخواستہ آپ کی وفات ہوگئی تو یہ بھی آپ کے وارثوں کا نہیں میرا ہو جائے گا۔ یہ سن کر امام مالکؒ مسکرائے اور فرمایا یہاں بھی علم سے کام لیتے ہو۔ میں نے جواب دیا علم کے استعمال کا اس سے بہتر موقعہ اور کون سا ہو سکتا ہے؟

صبح نماز فجر ادا کی اور مسجد سے ہم اس حال میں گھر لوٹے کہ میرا ہاتھ امام مالکؒ کے ہاتھ میں تھا اور امام مالکؒ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا دروازے پر کیا دیکھتا ہوں کہ خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کھڑے ہیں۔ میرے منہ سے نکل گیا کہ ایسے خوبصورت خچر تو میں نے آج تک نہیں دیکھے۔ امام مالکؒ نے فوراً جواب دیا یہ سب سواریاں تمہارے ہدیے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کم سے کم ایک جانور تو اپنے لئے رہنے دیجیے۔ اس پر امام مالکؒ نے جواب دیا۔ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو میری سواری اپنے ٹاپوں سے روندے جس کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ اس فراوانی میں بھی امام مالکؒ کا تقویٰ بدستور باقی ہے۔

وطن واپسی

تین دن امام مالکؒ کے گھر میں قیام رہا پھر میں مکہ کو روانہ ہو گیا مگر اس حال میں کہ خدا کی بخشی ہوئی خیر و برکت اور مال و متاع کے بوجھ آگے آگے جا رہے تھے۔ میں نے ایک آدمی پہلے مکہ بھیج دیا تھا کہ واپسی کی خبر پہنچا دے۔

جب حدود حرم میں پہنچا تو والدہ کچھ عورتوں کے ساتھ دکھائی دیں انہوں نے مجھے گلے لگایا۔ پھر ایک بڑی بی نے یہی کیا میں اس بی بی سے مانوس تھا اور انہیں خالہ کہا کرتا تھا۔ انہوں نے گلے لگاتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

موت تیری ماں کو بہا نہیں لے گئی
مامتا کے معاملے میں ہر دل تیری ماں ہے

یہ پہلی آواز تھی جو مکہ کی سرزمین پر میرے کانوں نے سنی پھر میں نے آگے بڑھنا چاہا والدہ کہنے لگیں ''کہاں؟'' میں نے کہا گھر چلیں۔ بولیں...... کل تو مکے سے فقیر کی صورت میں گیا تھا اور آج امیر بن کے لوٹا ہے تاکہ اپنے چچیرے بھائیوں پر گھمنڈ کرے۔ میں نے کہا۔ پھر آپ ہی بتائیں میں کیا کروں؟ کہنے لگیں۔ منادی کردے کہ بھوکے آئیں کھانا کھائیں، پیدل آئیں اور سواری لے جائیں۔ محتاج آئیں اور کپڑا پہن جائیں اس طرح دنیا میں بھی تیری آبرو بڑھے گی اور آخرت کا اجر بھی اپنی جگہ محفوظ رہے گا۔

میں نے تعمیل حکم کی اس واقعہ کی شہرت دور دور پھیلی امام مالکؒ نے بھی سنا اور میری ہمت افزائی کی۔ کہلا بھیجا جتنا دے چکا ہوں اتنا ہی ہر سال تمہیں بھیجتا رہوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس وعدے کو پوری طرح نبھایا اور سالانہ میرے پاس وہ سب کچھ بھیجتے رہے جو مدینے میں انہوں نے مجھے دیا تھا گیارہ سال یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

(بحوالہ الفرقان اپریل ۱۹۵۸ء)

دھواں اور پھول

قید اپنے ہی گھروندوں کی اٹھانی پڑ جائے
کھیلتے کھیلتے رستے میں جوانی پڑ جائے

شکل اِک اور ترا عکس شکستہ مانگے
بال شیشے میں کوئی صورتِ ثانی پڑ جائے

جاننا چاہوں ترے اسم کا جب بھی کوئی حرف
اِک گرہ اور پسِ پشتِ معانی پڑ جائے

یہ جدائی بھی ہے سیلاب کہ دل ڈوبنے سے
خشک پڑ جائے لہو، جسم میں پانی پڑ جائے

کوئی افسانہ کہے اور حقیقت ٹھہرے
اپنی سچائی کا بھی نام کہانی پڑ جائے

(مکرم صابر ظفر صاحب)

چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشاں کی پنج بار [1]

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں اُن کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے۔ مَیں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔

اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ''۔

(روحانی خزائن، حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۸، ۲۶۹)

۱۹۰۰ء سے لے کر ۲۰۰۴ء تک دنیا میں آنے والے زلزلوں کا ایک مختصر خاکہ جو کہ ویکلی Newsweek کی ۱۰ر جنوری ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں شائع کیا گیا۔

THE WORST QUAKES

(Since 1900)

Mag.	Location	Year	Deaths
BY MAGNITUDE			
9.5	[illegible]	1960	[illegible]
9.2	Alaska	1964	[illegible]
9.1	[illegible]	[illegible]	[illegible]
9.0	[illegible]	1952	[illegible]
9.0	Sumatra	2004	140,000+
BY NUMBER KILLED			[illegible]
7.5	China	1976	255
7.9	China	1927	200
8.6	China	1920	200
7.9	Japan	1923	143
9.0	Sumatra	2004	140+

[illegible] 2004 [illegible] 140,000 [illegible] 294,000 [illegible]

○◇○◇○

1: حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶

محنت کی عادت

(مکرم احمد منیب صاحب)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۝ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ (نجم: ۳۹،۴۰)

ترجمہ: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ اور انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (جمعہ: ۱۱)

ترجمہ: اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جایا کرو، اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کیا کرو، اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (عنکبوت: ۷۰)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے اور یقیناً اور احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

احادیث نبویہ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نبی نے قبل از بعثت بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں کچھ معاوضہ پر مَیں بھی مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

(بخاری کتاب الاجارة باب رعی الغنم علی قراریط)

حضرت مقدادؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی سے بہتر کوئی روزی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکیزہ خوراک وہ ہے جو تم خود کما کر کھاؤ۔ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری عمدہ کمائی میں شامل ہے۔

(ترمذی ابواب الاحکام)

حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص رسی لے کر جنگل میں جاتا ہے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر بازار میں آتا ہے اور اسے بیچتا ہے اور اس طرح اپنا گزارہ چلاتا ہے اور اپنی آبرو اور خودداری پر حرف نہیں آنے دیتا وہ بہت ہی معزز ہے اور اس کا یہ طرز عمل لوگوں سے بھیک مانگنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ نامعلوم لوگ اس کے مانگنے پر اسے کچھ دیں یا نہ دیں۔

(بخاری کتاب الزکاة باب استعاف عن المسئلة)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری سوالی بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ اُس نے عرض کیا ایک چادر ہے جسے آدھا بچھاتا ہوں اور آدھا اوڑھتا ہوں اور ایک چھاگل

ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ دونوں چیزیں لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو لے کر فرمایا۔ یہ دونوں چیزیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین مرتبہ فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے اس پر ایک اور شخص نے کہا میں دو درہم میں خریدتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں اُسے دو درہم میں دے دیں اور اُس انصاری کو کہا کہ یہ لو ایک درہم سے کھانے پینے کی چیزیں خرید کر گھر دید و اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ جب یہ کلہاڑی خرید کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور علیہ السلام نے اُس میں خود لکڑی کا دستہ ڈالا اور اس سے فرمایا۔ جاؤ اس سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر فروخت کر و اور پندرہ دن سے پہلے مَیں تجھے اِدھر آتا نہ دیکھوں۔ وہ شخص لکڑیاں کاٹ کر اور لا کر بیچتا رہا۔ یہاں تک کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اس نے دس درہم کما لئے تھے۔ چنانچہ ان درہموں میں سے اس نے کچھ کے کپڑے خریدے اور کچھ کا کھانے پینے کا سامان خریدا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تیرے لئے خود کمانا اس بات سے زیادہ اچھا ہے کہ تو در در مانگتا پھرے اور قیامت کے دن اس حالت میں اللہ کے حضور آئے کہ تیرا چہرہ خراش زدہ ہو۔ دیکھو مانگنا صرف تین شخصوں کے لئے جائز ہے ایک وہ جو غربت کی وجہ سے پِس گیا ہو۔ دوسرے وہ جس پر ناحق مصیبت آن پڑی ہو۔ اور وہ قرض کے بوجھ تلے دب گیا ہو۔ اور ادا کرنے کی کوئی صورت نہ دیکھتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کے ہاتھ سے کوئی غلطی سے قتل ہو گیا ہو اور اس نے اس کی دیت یا خون بہا ادا کرنا ہو۔

(ابوداؤد کتاب الزکاۃ باب ماتجوز فیہ المسئلۃ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"انسان کو وہی ملتا ہے جو سعی کرتا ہے۔ جو اس نے کوشش کی ہو۔ یعنی عمل کرنا اُجر پانے کے لئے ضروری ہے"۔

(جنگ مقدس صفحہ ۱۴۹)

پھر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انسان بے دست و پا ہو کر بیٹھ رہے۔ بلکہ اس نے صاف فرمایا ہے لیس للانسان الاماسعی - اس لئے مومن کو چاہیے کہ وہ جدوجہد سے کام کرے"۔

(الحکم جلد ۴ نمبر ۲۹۔ ۱۶ راگست ۱۹۰۰ صفحہ ۴)

"اگر ایک ملازم ہے تو اُسے بھی محنت کا خیال ہے۔ غرضیکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر کوشش میں لگا ہے اور سب کا ثمرہ کوشش پر ہی ہے۔ سارا قرآن کوشش کے مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ لیس للانسان الاماسعی"

(البدر جلد ۲ نمبر ۱۴۔ ۲۴ راپریل ۱۹۰۳ء)

"اگر چہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔ مگر کوشش کرنا انسان کا فرض ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف نے صراحت سے حکم دیا ہے کہ لیس للانسان الاماسعی۔ یعنی انسان جتنی جتنی کوشش کرے گا اسی کے مطابق فیوض سے مستفیض ہو سکے گا"۔

(الحکم ۱۴ رمئی ۱۹۰۸ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:-

"امتحان کے اصل معنی ہیں۔ محنت کا لینا۔ ایک دنیا دار امتحان کے لئے اخذ امتحان کے جواب میں مثلاً دیکھتا ہے تو اس لئے کہ طالب العلم کی محنت کا اس کو پتہ لگ جائے اور محنت کا نتیجہ اس کو دے اور اللہ تعالیٰ بھی امتحان لیتا ہے یعنی محنت کرانا چاہتا ہے۔ سستی کو ناپسند کرتا ہے۔ ہاں علیم و خبیر ہے۔ جب کوئی محنت کرتا ہے جیسے کوئی محنت کرے، ویسے ہی جناب الٰہی سے محنت کرنے کا اجر ملتا ہے۔

گندم از گندم بروید جو زِ جو
از مکافات عمل غافل مشو

اس امتحان کے معنوں کو ایک حکیم مسلمان نے نظم کیا ہے۔ اور اس سچے علیم کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے۔

''اور انسان کو اس کی سعی کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں ملے گا اور یہ پختہ بات ہے کہ اس کی سعی دیکھی جائے گی۔ پھر اسی کے مطابق واقعی اسے پورا بدلہ دیا جائے گا''۔

(نورالدین۔طبع سوم صفحہ ۷۳۔۷۴)

خدا کی یاد ساری کامیابیوں کا راز اور ساری نفرتوں اور فتوحات کی کلید ہے اسلام انسان کو بے دست و پا یا دوسروں کے لئے بوجھ بنانا نہیں چاہتا۔ عبادت کے اوقات رکھے ہیں۔ جب ان سے فارغ ہو جاوے۔ پھر اپنے کاروبار میں مصروف ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان کاروبار میں مصروف ہو کر بھی یادِ الٰہی کو نہ چھوڑے بلکہ

دست با کار دل با یار

ہو اور اس کا طریق یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے اور دیکھ لے کہ آیا خلاف مرضی مولیٰ تو نہیں کر رہا۔ جب یہ بات ہو تو اس کا ہر فعل خواہ تجارت کا ہو یا معاشرت کا، ملازمت کا ہو یا حکومت کا غرض کوئی بھی حالت ہو۔ عبادت کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ کھانا پینا بھی اگر امرِ الٰہی کے نیچے ہو تو عبادت ہے۔

(بدر ۳۰ردسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۳،۴)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:-

''اگر محلوں کے پریذیڈنٹ مختلف مقررین سے اپنے اپنے محلہ میں وقتاً فوقتاً ایسے لیکچر دلاتے رہا کریں کہ نکما بیٹھ کر کھانا نہایت غلط طریق ہے۔ کام کر کے کھانا چاہیے اور کسی کام کو اپنے لئے عار نہیں سمجھنا چاہیے تو امید ہے کہ لوگوں کی ذہنیت بہت کچھ تبدیل ہو جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ لوگوں سے مانگ کر کھانا ایک لعنت ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم کسی غیر سے تھوڑا مانگتے ہیں۔ ہم تو سلسلہ سے مانگتے ہیں اس کا جواب اسی واقعہ میں آ جاتا ہے جو مَیں بیان کرنے لگا ہوں۔ کیونکہ اُس نے بھی کسی غیر سے نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تھا، آپؐ نے اُسے کچھ دے دیا۔ وہ لے کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! کچھ اور دیجئے۔ آپؐ نے پھر اسے کچھ دے دیا۔ وہ پھر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! کچھ اور دیجئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا۔ کیا مَیں تم کو کوئی ایسی بات نہ بتاؤں جو تمہارے اس مانگنے سے بہت زیادہ بہتر ہے؟ اُس نے کہا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمائیے کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ سوال کرنا خدا تعالیٰ کو پسند نہیں۔ تم کوشش کرو کہ کہیں کوئی کام مل جائے اور کام کر کے کھاؤ۔ یہ دوسروں سے مانگنے اور سوال کرنے کی عادت چھوڑ دو۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں نے آج یہ عادت چھوڑ دی۔ چنانچہ واقعہ میں پھر اس نے اس عادت کو بالکل چھوڑ دیا۔ اور یہاں تک اُس نے استقلال دکھایا کہ جب اسلامی فتوحات ہوئیں اور مسلمانوں کے پاس بہت سا مال آیا اور سب کے وظائف مقرر کئے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اُسے بلوایا اور کہا یہ تمہارا حصہ ہے تم اسے لے لو۔ وہ کہنے لگا۔ مَیں نہیں لیتا۔ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اقرار کیا تھا کہ مَیں ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاؤں گا۔ سو اس اقرار کی وجہ سے مَیں یہ مال نہیں لے سکتا۔ کیونکہ یہ میرے ہاتھ کی کمائی نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تمہارا حصہ ہے۔ اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ کہنے لگا۔ خواہ کچھ ہو، مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرار کیا ہوا ہے کہ میں بغیر محنت کئے کوئی مال نہیں لوں گا۔ میں اب اس اقرار کو مرتے دم تک پورا کرنا چاہتا ہوں اور یہ مال نہیں لے سکتا۔ دوسرے سال حضرت ابوبکرؓ نے پھر اسے بلایا اور فرمایا کہ یہ تمہارا حصہ ہے اسے لے لو۔ مگر اس نے پھر کہا میں نہیں لوں گا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرار کیا ہوا ہے کہ میں محنت

کر کے مال کھاؤں گا۔ یونہی مفت میں کسی جگہ سے مال نہیں لوں گا۔ تیسرے سال انہوں نے پھر اس کا حصہ دینا چاہا مگر اس نے پھر انکار کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ فوت ہو گئے تو حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے بھی ایک دفعہ اُسے بلایا اور کہا یہ تمہارا حصہ ہے لے لو وہ کہنے لگا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ مَیں کسی سے سوال نہیں کروں گا اور ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاؤں گا۔ یہ مال میرے ہاتھ کی کمائی نہیں۔ اس لئے میں اسے نہیں لے سکتا۔ اور مَیں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی موت تک اس اقرار کو نباہتا چلا جاؤں''۔

(مشعل راہ جلد اوّل صفحہ ۸۸)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:-

''اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔ یہ ہمارا طرۂ امتیاز ہونا چاہیے۔ جیسے بعض قومیں اپنے اندر بعض خصوصیتیں پیدا کر لیتی ہیں۔ وہ قومیں جو سمندر کے کنارے پر رہتی ہیں وہ نیوی میں بڑی خوشی سے بھرتی ہوتی ہیں۔ لیکن اگر انفنٹری میں بھرتی ہونے کے لئے کہا جائے تو اس کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔ اور اگر پنجاب کے لوگوں کو نیوی میں بھرتی ہونے کے لئے کہا جائے تو اس سے بھاگتے ہیں۔ لیکن انفنٹری میں خوشی سے بھرتی ہوتے ہیں۔ یہ صرف عادت کی بات ہے۔ پس ہمارے خدام کو یہ ذہنیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے کہ یہ مشینوں کا زمانہ ہے اور آئندہ زندگی میں وہ مشینوں پر کام کریں گے اگر کارخانوں میں کام نہ کر سکو تو ابتداء میں لڑکوں میں اُن کھیلوں کا رواج ڈالو جن میں لوہے کے پرزوں سے مشینیں بنانی سکھائی جاتی ہیں۔ مثلاً لوہے کے ٹکڑے ملا کر چھوٹے چھوٹے ہل بنانا ہے۔ پنگھوڑے، ریلیں اور اس قسم کی بعض اور چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ ایسی کھیلوں سے یہ فائدہ ہوگا کہ بچوں کے ذہن انجنیئرنگ کی طرف مائل ہوں گے''

(الفضل ۱۱ر جون ۲۰۰۴ء صفحہ ۲)

(تحریر: William Webster۔ ترجمہ: مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب۔ وکیل وقف نو)

20 مارچ 1995ء کو ٹوکیو میں ٹرین پر 'سیرین' گیس کا حملہ ایک 32 سالہ نابینا شوکواماہارا کے قائم کئے گئے انتہا پسند فرقہ 'اوم شنریکو' نے کروایا جس میں کئی بے گناہ مارے گئے۔ جب اس تنظیم کی روک تھام کے لئے تحقیقات کی گئیں تو ان کے خزانہ میں تقریباً ایک ارب ڈالرز موجود تھے اور اس فرقہ میں بہت سے سائنسدان اور کیمسٹ وغیرہ شامل تھے جن کی اپنی لیبارٹریز تھیں اور زہریلا مواد سپرے کرنے کے لئے ایک ہیلی کاپٹر بھی موجود تھا۔

گذشتہ دو دہائیوں سے دنیا میں ایسی تشدد پسندی اور دہشت گردی کا رجحان بڑھ رہا ہے جس میں طاقتور بم یا ایسے زہریلے مواد استعمال ہونے لگے ہیں جو بہت سریع الاثر ہیں اور ان کا سنبھالنا اور تیار کرنا بہت مشکل نہیں ہے۔ اس طرح دنیا دہشت گردی کے ایک نہایت خطرناک دور میں داخل ہوگئی ہے۔

ایسے مواد تیار کرنے کے طریق ہر جگہ سے باآسانی دستیاب ہیں۔ اور جب کہ دنیا میں بے شمار مذہبی انتہاء پسند فرقے اور سیاسی گروپ مصروف پیکار ہیں ان خطرناک ہتھیاروں کا استعمال راہ پارہا ہے۔

1993ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم کا جو دھماکہ ہوا اس بم میں ایک نہایت زہریلا مواد سوڈیم سائنائیڈ بھی موجود تھا۔ جو دھماکے سے جل گیا۔ اگر یہ جلنے کی بجائے بخارات بن کر اڑ جاتا تو اس دھماکہ سے بہت زیادہ جانیں ضائع ہوسکتی تھیں۔

1991ء میں امریکی ریاست مائنا سوٹا میں ایک گروپ کا علم ہوا۔ ان کے پاس کھانے کے ایک جار میں دنیا کا مہلک ترین زہر ricin موجود تھا۔ اسی طرح دسمبر 95ء میں ایک ارکنساس کے شخص سے 150 گرام ricin پکڑا گیا۔

1995ء میں Ohio کے ایک white supremacist گروپ (سفید فام بالادستی) کے ایک ممبر نے ایک کمپنی کو جو حیاتیات وغیرہ کی تحقیقات کے سلسلہ میں مواد بہم پہنچاتی ہے طاعون کے جراثیم بھجوانے کا آرڈر دیا۔ اس شخص نے اس آرڈر کے بھگتانے کے لئے کمپنی کو اتنی مرتبہ فون کیا کہ انہیں اس پر شک گزرا۔ چنانچہ انہوں نے حکومتی اداروں کو اطلاع کی اور اس کو گرفتار کرلیا گیا۔

مشہور نابینا امام شیخ عمر عبدالرحمٰن نے اقوام متحدہ اور دیگر مشہور عمارات کو تباہ کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا جو بروقت ناکام بنادیا گیا۔

1981ء میں گورو رجنیش نے Oregan میں 64 ہزار ایکٹر Ranch میں تجربات شروع کئے اور AIDS کا وائرس تیار کرنے کی کوشش کی۔ اس سے قبل اس کے چیلوں نے ایک مقامی الیکشن میں بہت سے ووٹرز کو Salmonella کے انجکشن لگادیئے تاکہ ان کے نمائندے الیکشن جیت سکیں۔

ان طریقوں میں اب مافیا کے بعض گروپس بھی شامل ہورہے ہیں۔ اور بعض سائنسدان بھی پیسے بنانے کے لیے اس کاروبار میں شریک ہوگئے ہیں۔ دسمبر 94ء میں چیکوسلواکیہ کے ایک نیوکلیئر فزسٹ Jaroslav vagner کو گرفتار کرکے اس کے قبضہ سے چھ پاؤنڈز Enriched

Uranium حاصل کیا گیا۔

ان واقعات کی روک تھام کے لئے بعض اقدامات کرنے بہت ضروری ہیں۔ ان میں ایک تو انٹیلیجنس کے شعبہ کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قبل از وقت اطلاع حاصل کر کے بروقت کارروائی کی جا سکے۔

دوسرے ایمرجنسی ردّعمل کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے جس کے لئے لوگوں کی تربیت وغیرہ مسلسل کی جانی چاہیے۔ اس سلسلہ میں اب امریکن کانگریس نے 65 ملین ڈالرز کی رقم مختص کی ہے۔

ایک اور کامیاب طریق دہشت گردوں کو پکڑنے یا ان کی اطلاع دینے پر انعام کی رقم ہے۔ اس کی ایک مثال پاکستان سے پکڑے جانے والے رمزی احمد یوسف کی ہے جس کی گرفتاری پر دو ملین ڈالرز کا انعام رکھا گیا تھا۔

(Reader's Digest Asian edition Feb. 1997 page 50 to 54)

چمگادڑیں
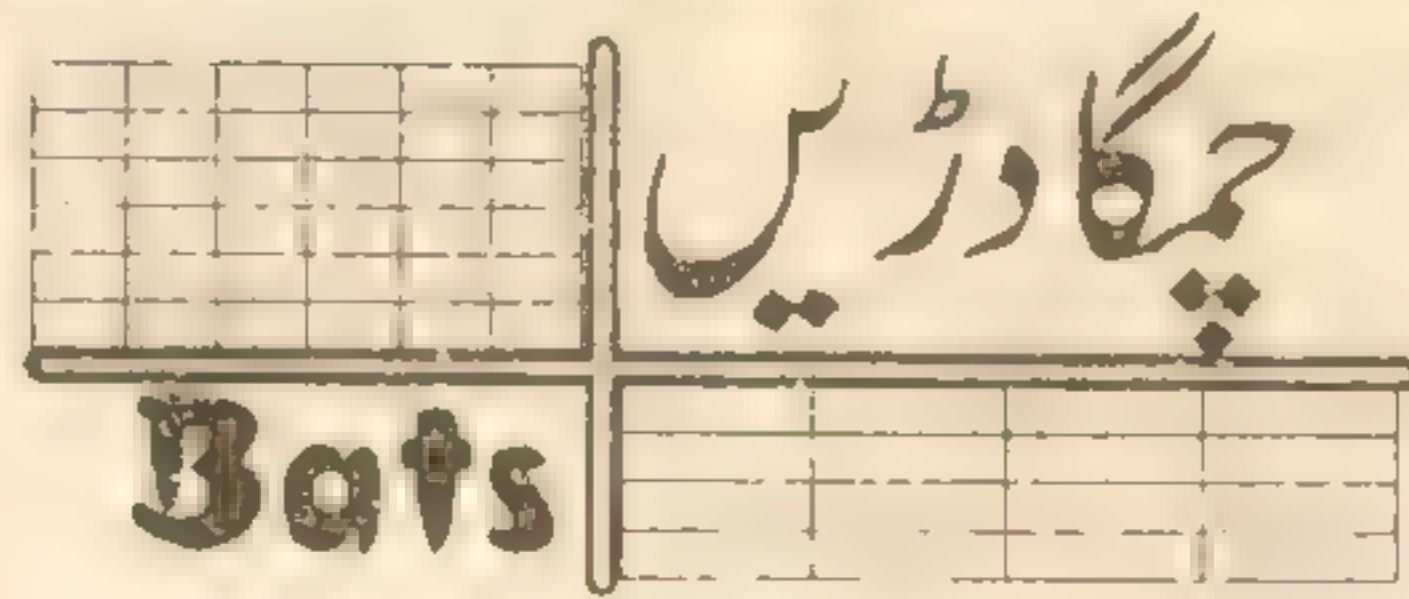
(مرسلہ: راشد حسین ایم ایس سی۔ اسلام آباد)

بیٹ جسے ہم چمگادڑ کے نام سے جانتے ہیں دنیا بھر میں پراسرار اہمیت کی حامل رہی ہے کوئی بھی خوفناک کہانی چمگادڑ کے تصور کے بغیر ممکن نہیں ہوتی مگر ان کے متعلق پھیلی ہوئی ان باتوں میں ذرہ بھر بھی حقیقت نہیں چمگادڑوں کا تعلق Animal Kingdom میں کلاس ممالیہ (Class Mammalia) سے ہے ممالیہ جانوروں کی دنیا بھر میں تعداد 19% ہے۔ اور اس گروپ کو Order Chiroptera کا نام دیا گیا ہے۔ پاکستان میں اس کی 45 اقسام ہیں جبکہ دنیا بھر میں اس کی 1001 اقسام پائی جاتی ہیں۔

ان کی پیدا کردہ آواز کی فریکونسی 20 khz سے 120khz ہوتی ہے اس کے مقابلے میں انسانی کان کی سماعت 20khz سے 20000khz تک ہوتی ہے۔ اس لئے ان آوازوں کے سنے جانے کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ آواز کی یہ لہریں جب راستے میں آنے والی کسی رکاوٹ سے ٹکراتی ہیں تو ان کے واپس آنے کی رفتار سے چمگادڑ کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ آگے کوئی چیز ہے۔ چنانچہ یہ فوراً اپنی سمت بدل لیتی ہیں۔ اس عمل کو ایکولوکیشن (Ecolocation) کہتے ہیں۔ آنکھیں نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پرواز کا انحصار مکمل طور سے Ecolocation پر ہوتا ہے۔

دنیا بھر میں ممالیہ جانوروں میں یہ وہ واحد گروپ ہے جو بھرپور پرواز کا حامل ہے دن کے وقت یہ آرام کرتی ہیں اور شام ہوتے ہی باہر نکل کھڑی ہوتی ہیں اور ہوا میں پائے جانے والے کیڑے مکوڑوں اور اسی طرح سے بعض اقسام کے پھلوں اور پھولوں کو خوراک کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔

بود و باش کے لحاظ سے پرانے غاروں اور انسانوں کی ترک کردہ عمارتوں اور درختوں کے تنوں میں اپنا ٹھکانہ بنانا پسند کرتی ہیں زیادہ تر اقسام انسانوں کے قریب رہنا پسند کرتی ہیں۔

وزن کے اعتبار سے یہ چند گرام سے کئی کلوگرام تک ہوتی ہیں یہ الگ الگ رہنے کی بجائے کالونیوں کو ترجیح دیتی ہیں بعض جگہ پر ایک کالونی لاکھوں ممبرز پر مشتمل ہوتی ہے۔ اگر Order Chiroptera کی مزید تقسیم کریں تو ان کے دو بڑے گروپ ہیں پہلے گروپ کو میگا کائروپٹرا (Megachiroptera) یا فروٹ بیٹ (Fruit bat) کا نام دیا گیا ہے۔ اور ان کی 167 اقسام ہیں جبکہ دوسری قسم کو مائیکرو کائروپیٹرا (Micro Chiroptera) کہتے ہیں ان کی خوراک کا انحصار کیڑے مکوڑوں پر ہوتا ہے۔ ان کی دنیا بھر میں 834 اقسام ہیں۔

مائیکرو کائروپیٹرا فصلوں کو نقصان دینے والے بہت سے کیڑے مکوڑوں کا خاتمہ کرتی ہیں ان کی ایک قسم Tadarida brasiliensis جو کہ میکسیکو میں پائی جاتی ہے اپنے وزن کے 50% کے برابر کیڑے مکوڑے روزانہ کھاتی ہے ایک اندازے کے مطابق ایک ملین پر مشتمل کالونی 10 ٹن سے زیادہ کیڑے مکوڑے ایک رات میں کھا جاتی ہے۔

اسی طرح جزائر بورنیو Borneo میں واقع ایک غار کی

ایک کالونی 7500kg کیڑے مکوڑے ایک رات میں کھا جاتی ہے۔ ایک اور دلچسپ قسم Little Brown Bat اپنے وزن کے برابر مچھر ایک رات میں کھا جاتی ہیں۔

(Megadena Lyra) India False Vampire جو انڈیا کے صوبہ بہار میں پائی جاتی ہے فصلوں کا نقصان کرنے والے چوہے کھاتی ہے کسان اس قسم کی حفاظت کرتے ہیں۔

خوراک کے ہضم ہونے کا عمل ان جانوروں میں بہت تیز ہوتا ہے جیسے جیسے چمگادڑ کیڑے مکوڑے کھاتی ہے چند منٹوں کے وقفے میں غیر ہضم شدہ حصے جو کہ حشرات کے کائٹن (Chitin) بیکار نائٹروجنی مادوں (Nitrogenous wastes) اور لحمیات (Protein) پر مشتمل ہوتے ہیں خارج کرتی ہے۔ چمگادڑوں کی ایک کالونی کے خارج کردہ اس مواد کی مقدار بعض اوقات کئی ٹن تک پہنچ جاتی ہے اس مواد کو Guano کہتے ہیں یہ فضلہ نائٹروجنی مادوں سے بھر پور ہونے کی وجہ سے بہترین کھاد کا کام دیتا ہے۔

Durian امریکہ کی ایک منافع بخش فصل ہے اس فصل میں بیج بننے کا عمل Cross Pollination سے ہوتا ہے حالیہ کی گئی ایک ریسرچ کے مطابق Pollens کی تقسیم کا تمام تر کام یہ ہی چمگادڑیں کرتی ہیں کیونکہ پھولوں کا رس چوسنے کے دوران Pollens ان کے جسم کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں۔ کچھ اقسام پھل کھاتی ہیں بیج ہضم نہ ہونے کی وجہ سے کسی دوسری جگہ فضلے کے ساتھ خارج کر دیے جاتے ہیں۔ Costarica میں کی گئی ایک ریسرچ کے مطابق چھوٹی دم والی چمگادڑ (Short tailed bat) کی ایک کالونی ایک سال میں 146 ملین بیجوں کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی کرتی ہیں۔ چمگادڑ کے نظام ہضم (Digestive tract) سے گزرنے کی وجہ سے ان بیجوں میں ایک ایسی تبدیلی (Dormancy breakage) آتی ہے جس سے ان کے اگنے کی شرح اسی قسم کے دوسرے بیجوں کی نسبت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے عام حالات میں اتنی plantation کے لئے ایک کثیر رقم درکار ہوتی ہے مگر چمگادڑیں اپنے معمول میں یہ کام مفت سرانجام دیتی رہتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ ہر سال نئے پودے لگا کر جنگلات کے تحفظ میں کلیدی اہمیت کی حامل ہیں۔ دنیا میں آبادی کے تیزی سے پھیلاؤ اور صنعتی ترقی (Industrialization) سے جہاں جانوروں کی دوسری نسلیں مفقود ہوتی جارہی ہیں وہاں یہ چمگادڑیں بھی عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں جہاں خاطر خواہ وسائل میسر ہیں مصنوعی طریقہ سے ان کی پرورش کی جاتی ہے اور اس مقصد کے لئے چڑیا گھروں میں ان کے لئے خاص کمرے (Labee bat Conservacy Chambers) بنائے جاتے ہیں شکل کے اعتبار سے یہ شش جہت (Hexagonal) ہوتے ہیں۔ مکھی کے چھتے کے خانوں کی طرح ⬡، تا کہ نہایت کم جگہ میں زیادہ سے زیادہ خانے بنائے جاسکیں۔ جہاں ان جانوروں کے بہت سے فائدے ہیں وہاں کچھ نقصانات بھی ہیں جیسا کہ ان کا بسیرا عام طور پر پرانی غاروں، کھنڈروں اور آباد عمارتوں کے کونے کھدروں میں ہوتا ہے ان کے گرتے ہوئے فضلہ کی گندگی اور بو سے انسان کی جمالیاتی حس متاثر ہوتی ہے اور اس سلسلے میں سیاحت کی صنعت بہت متاثر ہوتی ہے۔

تاحال کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے کہ یہ چمگادڑیں کسی بیماری کے جراثیم کے لئے Intermedial host یا carrier کا کام کرتی ہیں مگر حالیہ کی گئی ایک ریسرچ کے مطابق ان کے کاٹنے سے ریبیز (Rabies) ہو جاتا ہے جس کے نتیجے کے طور پر ایک خاص عرصہ کے اندر علاج نہ ہونے کی صورت میں ایک

تکلیف دہ موت سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔Rabies کا یہ وائرس ہائیڈروفوبیا(hydrophobia) کی وجہ بنتا ہے، یہ وہی بیماری ہے جو پاگل کتے کے کاٹنے سے ہوجاتی ہے۔

چمگادڑوں کی بعض اقسام(Fruit bats) کا انحصار خوراک کے لئے پھلوں پر ہوتا ہے اور چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اس لحاظ سے ان کا کیا گیا نقصان بھی بہت زیادہ ہوتا ہے اسی نقصان کی روک تھام کے لئے باغات کے رکھوالے ان کو ختم کرنے کے درپے رہتے ہیں۔

اسی طرح اپنے باغات کو ان سے بچانے کے لئے روشنی کا انتظام کرتے ہیں اور بعض جگہوں پر جال بھی لگائے جاتے ہیں۔

جنوبی امریکہ میں پائی جانے والی Vampire bat کا دنیا بھر میں چرچا رہتا ہے تخیلاتی دنیا میں ان سے وابستہ ہزاروں داستانیں ہر ملک اور قوم میں ہیں۔امر واقعہ یہ ہے کہ یہ انسانوں کا خون نہیں پیتیں۔ بعض کے کھانے کا انحصار چھوٹے جانوروں مثلاً چوہوں وغیرہ پر ہوتا ہے۔ یہ چند اقسام مویشیوں کا خون پیتی ہیں اس عمل میں ان کے تیز دانت ایک حصے کو زخمی کر دیتے ہیں اور پھر یہ زبان کی مدد سے بہہ نکلنے والے خون کو چاٹتی ہیں ان کے لعاب Sliva سے ایسا مادہ (Heparin type anti-coaggulent) خارج ہوتا ہے جو خون کو جمنے سے روکتا ہے اس طرح خون کی فراہمی یقینی رہتی ہے ایک بڑے جانور میں تھوڑے سے خون کا انحصار کوئی اہمیت نہیں رکھتا مگر اس عادت کا نقصان یہ ہے کہ اس عمل کے دوران Rabies کا وائرس ان جانوروں میں منتقل ہوجاتا ہے جو مستقل پیچیدگی کا باعث بنتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ناول مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹڈ
Novel Manufacturing Company Ltd.

(مرسلہ: مبشر احمد ڈار)

پاکستان ناول مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹڈ ہونہار مصنفین اور یکہ تاز ○ ناشرین کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے کا مسرت سے اعلان کرتی ہے۔ کارخانہ ہذا میں ناول جدید ترین آٹومیٹک مشینوں پر تیار کئے جاتے ہیں اور تیاری کے دوران انہیں ہاتھ سے نہیں چھوا جاتا۔ ناول اسلامی ہو یا جاسوسی۔ تاریخی یا رومانی۔ مال عمدہ اور خالص لگایا جاتا ہے اس لئے یہ ناول مضبوط اور پائیدار ہوتے ہیں۔ پڑھنے کے علاوہ بھی یہ کئی کام آتے ہیں۔ بچہ رو رہا ہو۔ ضد کر رہا ہو۔ دو ضربوں میں راہ راست پر آجائے گا۔ بلی نے دودھ یا کتے نے نعمت خانہ میں منہ ڈال دیا ہو۔ دور ہی سے تاک کر مارئیے۔ پھر ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ بیٹھنے کی چوکی اور گھڑے کی گھڑونچی کے طور پر استعمال ہونے کے علاوہ یہ چوروں ڈاکوؤں کے مقابلے میں ڈھال کا کام بھی دیتا ہے۔ ایک تو اس لئے کہ اس کے مطالعے سے دل میں شجاعت کے جذبات خواہ مخواہ موجزن ہو جاتے ہیں۔ دوسرے اپنی ضخامت اور پٹھے کی نوکیلی جلد کے باعث۔ خواتین کے لئے ہمارے ہاں واش اینڈ ویئر (Wash and wear) ناول بھی موجود ہیں تاکہ ہیروئن کا نام بدل کر پلاٹ کو بار بار استعمال کیا جاسکے۔ ایک ہی پلاٹ برسوں چلتا ہے۔ پندرہ بیس ناولوں کے لئے کافی رہتا ہے۔

واش اینڈ ویئر کوالٹی ہمارے اسلامی تاریخی ناولوں میں بھی دستیاب ہے۔ آرڈر کے ساتھ اس امر سے مطلع کرنا ضروری ہے کہ کون سی قسم مطلوب ہے۔ ۶۵٪ رومان اور ۳۵٪ تاریخ والی یا ۶۵٪ تاریخ اور ۳۵٪ رومان والی۔ اجزائے ترکیبی عام طور پر حسب ذیل ہوں گے۔

۱۔ ہیروئن کافر دوشیزہ۔ تیر تفنگ، بنوٹ پٹے اور بھیس بدلنے کی ماہر۔ دل ایمان کی روشنی سے منور۔ چھپ چھپ کر نماز پڑھنے والی۔

۲۔ کافر بادشاہ۔ ہماری ہیروئن کا باپ لیکن نہایت شقی القلب۔ انجام اس کا برا ہوگا۔

۳۔ لشکر کفار۔ جس کے سارے جرنیل لحیم شحیم اور بزدل۔

۴۔ اہل اسلام کا لشکر۔ جس کا ہر سپاہی سوا لاکھ پر بھاری۔ نیکی اور خدا پرستی کا پتلا۔ پابند صوم وصلوٰۃ۔ قبول صورت بلکہ چند آفتاب چند ماہتاب۔ بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانے والا۔

۵۔ ہیرو۔ لشکر متذکرہ صدر کا سردار۔ اُس حسن کی کیا تعریف کریں۔ کچھ کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے۔

۶۔ سبز پوش خواجہ خضر۔ جہاں پلاٹ رک جائے اور کچھ سمجھ نہ آئے، وہاں مشکل کشائی کرنے والا۔

۷۔ ہیرو کا جاں نثار ساتھی۔ نوجوان اور کنوارا، تاکہ اس کی شادی بعد ازاں ہیروئن کی وفادار اور محرم راز خادمہ یا

○ یکہ تاز: وہ جری اور بہادر جو اکیلا حریف کے مقابلہ پر نکل آئے۔

سہیلی سے ہو سکے۔

۸۔ کافر بادشادہ کا ایک چشم وزیر جو شہزادی سے اپنے بیٹے کی، بلکہ ممکن ہو تو اپنی شادی رچانے پر اُدھار کھائے بیٹھا ہے۔ چونکہ اُدھار محبت کی قینچی ہے۔ لہذا ہیروئن کے التفات سے محروم رہتا ہے۔

پلاٹ تو ہمارے ہاں کئی طرح کے ہیں لیکن ایک اسٹینڈرڈ ماڈل جو عام طور پر مقبول ہے یہ ہے کہ ایک قبیلے کا نوجوان دوسرے قبیلے کی دوشیزہ پر فدا ہوتا ہے اور ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ دوشیزہ لامحالہ دوسرے قبیلے کے سردار کی چہیتی بیٹی ہے۔ پانچ انگلیاں پانچوں چراغ۔ خوبصورت، سلیقہ مند، عالم بے بدل۔ لاکھوں اشعار زبانی یاد۔ کرنا خدا کا کیا ہوتا ہے، اس بیچ میں دونوں قبیلوں میں لڑائی ٹھن جاتی ہے۔ ہمارا ہیرو محبت کو فرض پر قربان کر کے شمشیر اٹھالیتا ہے اور بہادری کے جوہر دکھاتا، کشتوں کے پشتے لگاتا دشمن کی قید میں چلا جاتا ہے۔ محافظوں کی آنکھ میں دھول جھونک کر طالب و مطلوب ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اشعار اور مکالموں کا تبادلہ ہوتا ہے اور ہیروئن بھی پہلے ایک جان سے پھر ہزار جان سے اس پر عاشق ہو جاتی ہے۔ راستے میں ظالم سماج کئی بار آتا ہے لیکن ہر دفعہ منہ کی کھاتا ہے۔ دانت پیستا رہ جاتا ہے۔ آخر میں ناول حق کی فتح محبت کی جیت، نعرہ تکبیر، شرعی نکاح، دونوں قبیلوں کے ملاپ اور مصنف کی طرف سے دعائے خیر کے ساتھ آئندہ ناول کی خوشخبری پر ختم ہوتا ہے۔

آرڈر دیتے وقت مصنف یا ناشر کو بتانا ہوگا کہ ناول پانچ سو صفحے کا چاہیے، ہزار صفحے یا پندرہ سو کا؟ وزن کا حساب بھی ہے۔ دو سیری ناول۔ پانچ سیری ناول۔ سات سیری ناول۔ پندرہ بیس سیری بھی خاص آرڈر پر مل سکتے ہیں۔ گاہک کو یہ بھی بتانا ہوگا کہ اسی پلاٹ کو برقرار رکھتے ہوئے ماحول کس ملک کا رکھا جائے۔ عراق کا؟ عرب کا؟ ایران کا؟ افغانستان کا؟ ہیرو اور ہیروئین کے نام بھی گاہک کی مرضی کے مطابق رکھے جاتے ہیں۔ ایک پلاٹ پر تین یا اس سے زیادہ ناول لینے پر ۳۳٪ رعایت ہے۔

خواتین کے لئے بھی جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، گھریلو اور غیر گھریلو ہر طرح کے ناول بکفایت ہمارے ہاں سے مل سکتے ہیں۔ ان میں بھی محبت اور خانہ داری کا تناسب بالعموم ۶۵٪ اور ۳۵٪ کا ہوتا ہے۔ فرمائش پر گھٹایا یا بڑھایا جاسکتا ہے۔ خانہ داری سے مطلب ہے ناول کے کرداروں کے کپڑوں کا ذکر۔ خاندانی حویلی کا نقشہ۔ بیاہ شادی کی رسموں کا احوال۔ زیورات کی تفصیل وغیرہ۔ ہیرو اور ہیروئن کے چچا زاد بھائی اور بہنیں۔ سہیلیاں اور رقیب وغیرہ بھی مطلوبہ تعداد میں ناول میں ڈلوائے جاسکتے ہیں۔ ہمارے کارخانے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ خواتین کے ناول مروجہ پاکستانی فلموں کو دیکھ کر لکھے جاتے ہیں تاکہ بعد ازاں فلمساز حضرات ان پر مزید فلمیں بنا سکیں۔ معمولی سی اجرت پر ان ناولوں میں گانے اور دوگانے وغیرہ بھی ڈالے جاسکتے ہیں۔ اس سے مصنف اور فلمساز کا کام اور آسان ہو جاتا ہے۔ گاہک کو فقط ہیروئن کا نام تجویز کر دینا چاہیے۔ باقی سارا کام ہمارے ذمے۔ مال کی گھر

پر ڈلیوری کا انتظام ہے۔

بازار کے ناول بالعموم ایسے گنجان لکھے اور چھپے ہوتے ہیں کہ پڑھنے والوں کی آنکھ پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ صفحے میں کم سے کم لفظ رہیں۔ مکالمے اور مکالمہ بولنے والے، دونوں کے لئے الگ الگ سطر استعمال کی جاتی ہے۔

نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

شہزادی سبز پری نے کہا:۔''پیارے گلفام''

پیارے گلفام نے کہا:۔''ہاں شہزادی گلفام۔ ارشاد''

شہزادی سبز پری:۔''ایک بات کہوں؟''

گلفام:۔''ہاں ہاں کہو''

شہزادی:۔''مجھے تم سے پیار ہے''

گلفام:۔''سچ''

شہزادی صاحبہ:۔''ہاں سچ''

گلفام:۔''تو پھر شکریہ''

شہزادی نے کہا:۔''پیارے گلفام۔ اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ یہ میرا انسانی فرض تھا''۔

ایک ضروری اعلان۔ ہمارے کارخانے نے ایک عمدہ آئی لوشن تیار کیا ہے۔ جو رقت پیدا کرنے والے ناولوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ جہاں ایسا سین آئے، رونے کے بعد دو دو قطرے ڈراپر سے آنکھوں میں ڈال لیجئے۔ آنکھیں دُھل جائیں گی۔ نظر تیز ہو جائے گی۔ مسلسل استعمال سے عینک کی عادت بھی چھوٹ جاتی ہے فی شیشی ۲ روپے تین شیشیوں پر محصول ڈاک معاف۔ آنکھیں پونچھنے کے لئے عمدہ رومال اور دوپٹے بھی ہمارے ہاں سے دستیاب ہیں۔

(ابن انشاء۔خمار گندم)

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

مَیں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے

مَیں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے
سرِ آئینہ مِرا عکس ہے پسِ آئینہ کوئی اور ہے

میں کسی کے دستِ طلب میں ہوں نہ کسی کے حرفِ دعا میں ہوں
میں نصیب ہوں کسی اور کا مجھے مانگتا کوئی اور ہے

جو وہ لوٹ آئیں تو پوچھنا نہیں دیکھنا انہیں غور سے
جنہیں راہ میں یہ خبر ملی کہ یہ راستہ کوئی اور ہے

مری روشنی ترے خدوخال سے مختلف تو نہیں مگر
تو قریب آ تجھے دیکھ لوں تو وہی ہے یا کوئی اور ہے

تجھے دشمنوں کی خبر نہ تھی، مجھے دوستوں کا پتہ نہیں
تِری داستاں کوئی اور تھی مرا واقعہ کوئی اور ہے

(سلیم کوثر)

"محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں"
خالص سونے کے زیورات کا مرکز
جدید فینسی، مدراسی، اٹالین
سنگاپوری ورائٹی دستیاب ہے
الفضل جیولرز
زیورات انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کے مطابق بغیر ٹانکے کے تیار کئے جاتے ہیں
پروپرائیٹر: غلام مرتضیٰ محمود
AL
FJ
چوک یادگار ربوہ فون رہائش: 04524-211649 فون دکان: 04524-213649

شرائط بیعت

شرط اول بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو شرک سے مجتنب رہے گا۔

شرط دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

شرط سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسولؐ کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

شرط چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

شرط پنجم یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

شرط ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

شرط ہفتم یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

شرط ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

شرط نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

شرط دہم یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل (دعوۃ) ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء)

Monthly

C. Nagar

Editor:
Mansoor Ahmad Nooruddin

March 2005
Regd. CPL # 75/CR
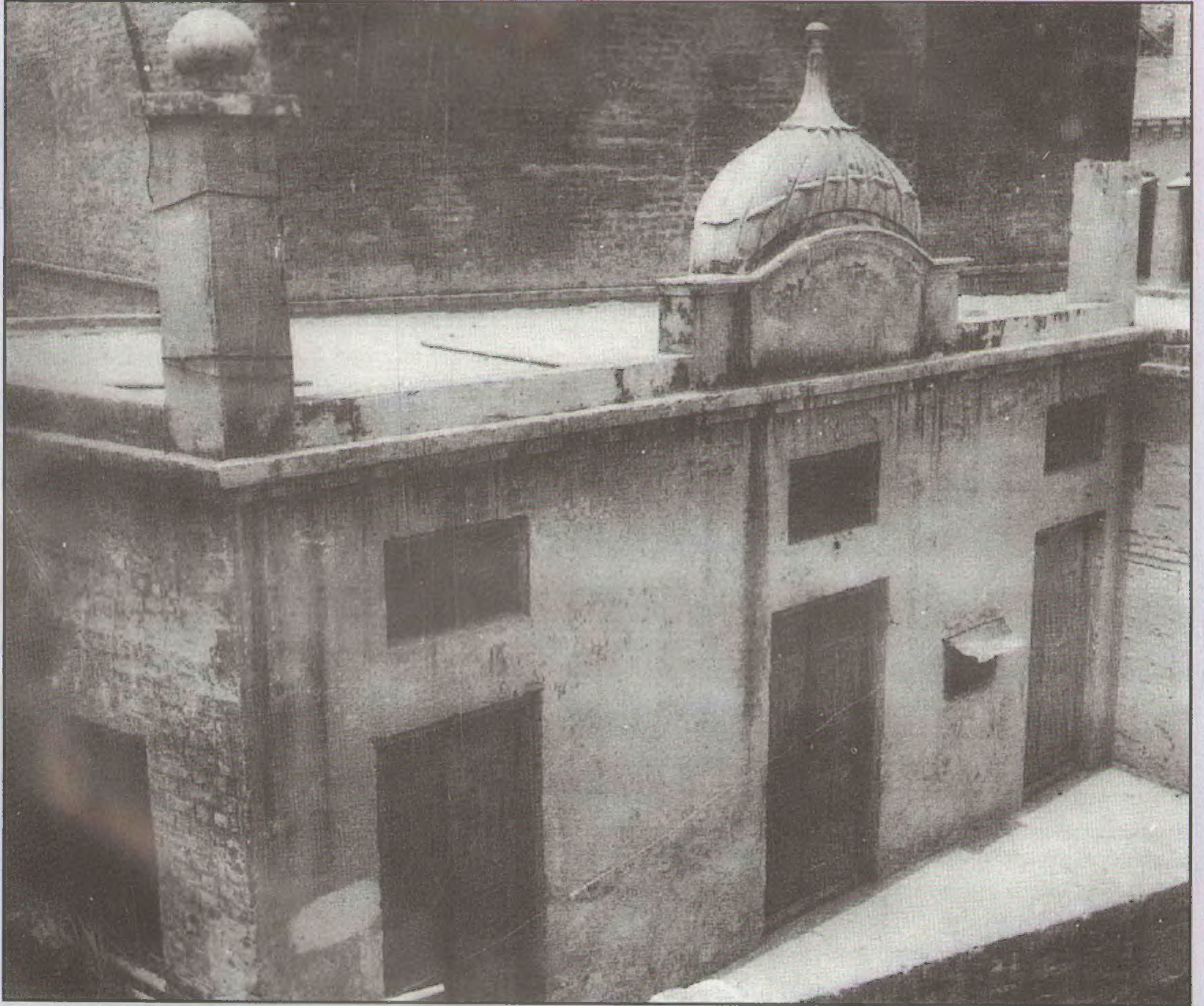
دارالبیعت

حضرت صوفی احمد جان صاحب کا مکان بمقام لدھیانہ جہاں 23 مارچ 1889ء کو پہلی بیعت لی گئی۔